THE MAKING OF A NATION

ایک قوم کی ساخت

مصنفہ

پادری کینن ای سیل صاحب ایم۔ اے

مترجمہ

پادری کے۔ این۔ ونہ صاحب

چ سوسائٹی

ارکلی۔ لاہور

۱۹۲۹ء

ل ۱۰۰۰

ایک قوم کی ساخت

مصنفہ

پادری کینن ای سیل صاحب ایم اے

مقدمہ

اگرچہ نیک و خدا پسند ارادوں کو پیش کرنے والی باتیں ہمارے ایمان کو مضبوط کرتی اور سودمند ثابت ہوتی ہیں۔ تو ایسی باتیں قاضیوں کی کتاب سے خارج ہیں۔ تاہم کیپٹن سنبل صاحب اس حُسن بیانی سے اس قصّہ کو بیان کرتے ہیں۔ کہ اگر ہم اس کا مطالعہ اس خیال کو مدِّنظر رکھتے ہوئے کہ خدا کا ہاتھ ان سب کاموں میں بنی اسرائیل کے ساتھ تھا کریں تو بہت مُستفید ثابت ہوگا۔

ان سب کو جو بنی اسرائیل کی تواریخ سے واقفیت پیدا کرنا چاہتے ہیں لازم ہے کہ وہ قاضیوں کی کتاب کا مطالعہ ضرور کریں۔ کیونکہ یہ کتاب بتاتی ہے کہ وہ قوم کس قسم کے مرد و عورتوں سے ساخت کی گئی۔ اور یہ وہ قوم تھی جس کو دُنیا کی تواریخ نے ایک لاثانی جگہ دی ہے۔ صاحب موصوف بنی اسرائیل کی خوبیوں اور بُرائیوں دونو کو صاف صاف آشکارا کرتے ہیں۔ یقیناً قومی اتحاد اور قومی استواری کو قائم کرنا ایک اہم مسئلہ تھا۔

اس قوم کی بابت پڑھنے سے نہ صرف ہم کو بنی اسرائیل کی تواریخ کا ہی پتہ چلتا ہے بلکہ مذہبی لحاظ سے بھی کئی ایک فوائد ملتے ہیں۔ ہم خدا کو زیادہ پہچاننے لگتے ہیں۔ ہم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ خدا

بنی نوع انسان سے کس قسم کے تعلق رکھتا ہے۔ اور کس طرح اُن کو تربیت دیتا ہے۔ اور یہ بھی ہم جاننے لگتے ہیں کہ خدا کے اصول برابر یکساں رہتے ہیں۔ اور تبدیل نہیں ہوا کرتے ہیں۔ اور وہ اُن شرطوں کو جو وہ کرتا ہے۔ کبھی بدلتا نہیں۔

شاید سب سے زیادہ مذہبی فائدے کی بات یہ ہے۔ کہ اس قصہ میں کئی ایک ایسی مثالیں ملتی ہیں جو صاف ظاہر کرتی ہیں۔ کہ خدا ہر وقت ہمیں قبول کرنے کو تیار ہے خواہ ہم کتنے ہی کمزور کیوں نہ ہوں ہاں بلکہ ہمارا معیار اعمال کتنا ہی گرا ہوا کیوں نہ ہو خدا ہم کو تربیت دے کر اُٹھانے کے لئے ہر وقت تیار ہے اور اُس کو اقتدار حاصل ہے کہ وہ ہماری کمزوریوں اور نالائقیوں میں بھی ہم کو تربیت دے کر اُٹھا کھڑا کرے۔ نہ صرف ہم اُس کے ارادوں کے پورا کرنے میں ایک وسیلہ ہی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ وہ ہم میں اندرونی۔ بیرونی۔ شخصی و جماعتی تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔

ہم اپنے خیالوں میں نہیں بلکہ اُن زندہ مثالوں میں دیکھیں کہ خدا سکھانے اور مدد کرنے میں کتنا صابر۔ دانا۔ مہربان اور طاقتور ہے۔ اور یہ بات نہ صرف دلچسپ بلکہ فائدہ مند۔ سکھانے والی اور ایمان کی مضبوطی بخشنے والی ہے۔

ایل۔ پی۔ لارسن صاحب

ایک قوم کی ساخت

مُصنّفہ

پادری کینن ای سیل صاحب ایم۔ اے

مترجمہ

پادری کے۔ این۔ دینا ناتھ صاحب

ایک قوم کی ساخت

قاضیوں کی کتاب میں اُن چرواہے فرقوں کا ذکر ہے۔ جو کہ بتدریج ایک کتاب کی صورت میں تبدیل ہو رہے تھے۔ وے بیابان سے مُلک کنعان میں داخل ہوئے۔ اور یہاں سے اُن کی قومی ساخت کی تواریخ شروع ہوتی ہے۔ اس ساخت میں اُن کی پُرانی بیابانی زندگی۔ اور گرد و نواح کی قوموں کا جن سے اُن کا واسطہ پڑا۔ اُن پر بڑا اثر ہُوا۔ موسیٰ اور یشوع کے زبردست انتظام کے نیچے بنی اسرائیل میں اتحاد قائم رہا۔ لیکن اُن کی وفات کے بعد اتحاد میں کمی واقعہ ہوگئی۔

جب یشوع بنی اسرائیل کو یردن پار لے گیا۔ اور یریحو اور کئی ایک مخالف فرقوں پر فتح ہوئی۔ تب اُس نے وہ خطۂ زمین جو ہنوز قبضہ میں آنا تھا۔ مختلف فرقوں کو میراث میں بانٹ دیا۔ ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ مفتوح قومیں ابھی کافی طاقتور تھیں۔ اور خدا نے ان قوموں کو رہنے دیا تاکہ بنی اسرائیل کا امتحان کرے اور آزمائے (قاضیوں ۲: ۲۲-۲۴)۔ اور یشوع نے اپنی اخیر تقریر میں جو اُس نے بنی اسرائیل سے کی۔ ان قوموں کو دفع کرنے پر

بہت زور دیا۔ یشوع ۲۳: ۳-۱۰) جب تک یشُوع جیتا رہا اور جب تک وے بزرگ جو اُس کے بعد ہوئے جیتے رہے۔ لوگ اُن حکموں کو بجالاتے رہے (قاضیوں ۲: ۷)۔ نیز اس سے بہت پیشتر یہ فرمان ہو چکا تھا کہ "میں اُن کو تھوڑے تھوڑے کرکے تیرے آگے سے دفع کرونگا۔ یہانتک کہ تُو زیادہ ہو اور زمین کا وارث ہو" (خروج ۲۳: ۳۰ استثنا ۷: ۲۲)۔ اس آہستہ ترقی کی وجہ یہی تھی۔ کہ بنی اسرائیل بار بار خدا کے خلاف بغاوت کرتے رہے اور اس لئے خدا نے بنی اسرائیل کو ان قوموں ہی کے وسیلے آزماتا تھا (قاضیوں ۲/۳ ۳/۴) غرضیکہ بنی اسرائیل یکدم ان قوموں پہ غالب نہ ہوئے۔ فلسطیوں اور صیدانیوں کا قبضہ اُن علاقوں پر جو سمندر کے ساحل پر تھے بحال رہا۔ (قاضیوں ۱/۱۹) اور تمام شہر جو اسدالون کے میدان میں واقع تھے۔ ابھی تک لئے نہ گئے تھے۔ (قاضیوں ۱/۲۷)۔ دوسرے شہروں پر گو بنی اسرائیل قابض تو ہو گئے تھے۔ مگر اب تک اُن پر اُن کا پُورا پُورا تسلط نہ ہُوا تھا۔ وہ عام طور پر ایسے دہاتوں میں رہنا پسند کرتے تھے۔ جو چیدوا سے فرقوں کی طرز پر بنے ہوئے تھے۔ بکھرنے سے پہلے پہل یہ اعلان کیا جاتا تھا۔ کہ "ہر ایک آدمی اپنے اپنے خیمہ کو جائے" اور بعدازاں کہ "ہر ایک آدمی اپنے اپنے شہر کو جائے"۔ (اسلاطین ۲۲/۳۶)

دبورہ بنی اسرائیل کی تباہی یوں بیان کرتی ہے۔ کہ "دِہات بالکل خالی

تھے"۔ (قاضیوں پر نظر ثانی جلد کا حاشیہ)

اُن کے پاس کسی قسم کے مضبوط شہر نہ تھے اور اس لئے کھوؤں اور غاروں میں رہائش رکھتے تھے (قاضیوں ۲/۶)۔

مُوسیٰ نے اُن کی بُت پرستی کو توڑ کر اس بات پر زور دیا کہ وہ حکومتِ وقت کے تابع رہیں۔ (یرمیاہ ۲۲-۲۴/۷)۔ مگر اُس نے کسی قسم کا سیاسی سلسلہ قائم نہ کیا۔ سو جب یہ فرقے کنعان کی سرزمین میں آئے تو اُنہوں نے خانگی انتظام کو از سرِ نَو بحال کیا۔ فرقوں کے سردار کسی حد تک اُن پر حکومت کرتے تھے۔ اور اُن کے احکام کی تعمیل کی جاتی تھی۔ اور ان سب کے اوپر کوئی ایک ایسی اعلیٰ طاقت نہ تھی۔ جیسا کہ فی زمانہ کسی متحدہ قوم کے اُوپر پائی جاتی ہے۔ اور اسی طرح خانگی معاملات بھی طے ہوتے تھے۔ خاندان میں پدرانہ حکومت مانی جاتی تھی۔ دہات کے بُزرگ مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے اور اُن فیصلوں کی تعمیل کرانے کے ذمہ وار قوم کے ممبران ہوتے تھے۔ کسی قسم کی کوئی خاص فوج نہ رکھی جاتی تھی۔ بلکہ اہم موقعوں پر ہر ایک آدمی ہتھیار لگا کر اپنے دہات یا فرقے کے سردار کے پیچھے چل دیتا تھا۔ قومی لحاظ اور کسی قسم کی حُبّ الوطنی ان میں پائی نہ جاتی تھی۔ اور عام طور پر ہر ایک وہی کرتا تھا جو اُس کو راست معلوم ہوتا تھا۔ جب مقابلہ مشکل ہو جاتا۔ تو سب سے ہوشیار

شخص اپنے ہمسایوں کو مقابلہ کے لئے بُلاتا۔ اور اُن کا رہنما ہو جاتا۔ سردار بنانے کا بھی کوئی خاص اِنتظام نہ تھا۔ کسی سردار کی طاقت کا انحصار اُس کی اپنی فرمانروائی اور لیاقت پر ہوتا تھا۔ اور اکثر موقع کے گُذر جانے کے بعد اُن کی سرداری کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ یشوع بھی اپنا کام سرانجام دینے کے بعد اپنی خانگی زندگی میں تمنات سرہ کے مقام پر مقیم ہو گیا۔ اور کسی کو اپنا عوضی مقرر نہ کیا۔ قاضی کا عہدہ ایک جنگی عہدہ تھا۔ عبرانی زبان میں لفظ سوخت (قاضی) کے معنی رِہائی دینے والے یا نجات دینے والے کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے سوائے اوتنیل کے کسی نے اہل یہودہ اور شمعون پر حکومت نہیں کی۔ دبورہ صرف شمالی فرقوں کی نبیہ اور سردار رہی۔ جدعون کنعان کے درمیانی علاقہ کا رہائی دینے والا۔ یفتاح یردن پار اضلاع کا۔ اور سمسُون کی بابت معلوم ہوتا تھا کہ وہ دان کے فرقہ پر بھی پُورا اختیار نہ رکھتا تھا۔ سو وہ صرف اپنی شخصیت کے باعث ہی قاضی معلوم ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اُن کی مذہبی ترقی کے لئے خدا کی تجویز کا ایک حِصّہ تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اِس حالت میں بنی اسرائیل اپنی مدد اور رہنمائی کے لئے اِس پر بھروسہ رکھیں۔ اس الٰہی راج میں سب کچھ دُرست ہوتا رہا جبتک کہ وہ اس کے فرمانبردار رہے۔ مگر جونہی بنی اسرائیل

نے خدا سے مُنہ موڑا خرابی پیدا ہو گئی۔ ان کے ایک متحدہ قوم بننے کے لئے لازمی تھا کہ اُن کو جنگی اِنتظامیہ اصولوں کی تعلیم ملے۔ یہ ممکن تھا کہ ترقی کی اس منزل پر وہ طرح طرح کے بُت پرستانہ اعمال میں پھنس جاتے سو یہ بھی ضروری تھا کہ ایک سلطنت بننے سے پہلے وہ اِس کی تربیت پاتے۔

قاضیوں کی کتاب اِس بات کا ذکر کرتی ہے۔ کہ یہ کس طرح سے ہُوا۔ سو اب ہم اِن چند فتوحات کے بیان پر غور کرینگے۔ یہ کتاب بیان کرتی ہے کہ یہ چرواہے فرقے جب مِصر سے رہا ہوئے تو اُن کے دِلوں میں آزادی کی محبت پیدا ہو گئی۔ اور اُن کی خواہش ہوئی کہ وہ اپنے آباؤ اجداد کی پُرانی جنگلانہ زندگی کو ترک کر کے رہائشی زندگی قائم کریں۔ اور اُنہوں نے اپنے قیام مصر میں تہذیب کے فوائد بھی سیکھ لئے تھے۔ ایک قوم ہونے کی حیثیت میں انہوں نے اس عہد کو جو خدا نے ابراہیم سے کیا تھا کہ "تجھ سے سب گھرانے برکت پائینگے"۔ پُورا کرنا تھا (پیدائش ۱۲/۳) یہ ہی وجہ تھی کہ ان کے تربیت کے ایّام سخت اور لمبے ہوتے تھے۔ اِس عرصہ میں اُن کو کئی بار پسپا بھی ہونا پڑا۔ پُوری پہچان حاصل کرنے کے لئے اُن کی ترقی بڑی آہستہ آہستہ ہوئی تھی۔ اِس بات کو نظر انداز کر دینا خدا کی رُوح کا جو بنی اسرائیل کی تواریخی ایّام میں رہنما ہوئی۔ انکار کرنا ہے۔ خدا نے اُن کی پھر رہنمائی کی۔ اور ایک نئی تحریک

کا آغاز ہُوا۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم اِس بات کو ایک اَور پہلو سے بھی دیکھیں۔ کہ اِن کنعانیوں کی شرارت کی حد کہاں تک تھی۔ جن کی تادیب کے لئے خدا نے بنی اسرائیل کو چُنا تھا اور کہ اس سزا کا انداز اِنصاف پر مبنی ہونا تھا۔

یہ سرزمین ابراہیم کے وارثوں کو عہد میں مِل چُکی تھی۔ مگر چار سَو سال تک یہ اُن کے قبضے میں نہ آئی۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ "اموریوں کے گُناہ اب تک پُورے نہ ہوئے تھے" (پیدائش ۱۵:۱۶) ابھی کُچھ گنجائش باقی تھی۔ اور اِنصاف کی رُو سے اُن کو سزا نہ دی جا سکتی تھی۔ اب وہ وقت آ گیا تھا۔ جب ہم اُن کی سخت سزا پر خیال کرتے ہیں ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ خدا نے اُن کو کِتنی لمبی مہلت دی جس میں کہ وہ اپنی دُرستی کر سکتے تھے۔ کنعانیوں پر اُن کی بے ایمانی کے باعث نہیں بلکہ اُن کے بُرے کاموں کے باعث سزا کا حکم ہُوا۔ خدا کو کہ وہ قوموں کا حاکم ہے حق ہے کہ وہ خطاکاروں کو اُکھاڑ پھینکے۔ خاصکر جب اصلاح کے لئے کافی مہلت دی جا چکی ہو۔ جیسا کہ اِن کنعانیوں کو دی گئی تھی۔ دُرستی کے بجائے وہ اَور بھی بگڑ گئے۔ سو لازم تھا کہ اُن کی بیخکنی کی جائے۔ بنی اسرائیل نے محسوس کیا کہ وہ اِس سزا کو بہم پہنچانے میں خدا کا وسیلہ تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ بنی اسرائیل نے کسی قسم کا ایسا ظُلم نہ کیا جو ایسے موقعوں پر عام ہوتے ہیں۔

دُنیا کی تواریخ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب ایک قوم گر جاتی ہے۔ تو کوئی اَور دوسری قوم جو اُس سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اس پر غالب آتی ہے۔ مگر اِس عمل کی بنا اکثر اوقات خودداری پر ہوتی ہے۔ اور کسی قسم کا اخلاقی مقصد مدِنظر نہیں ہوتا۔ بنی اسرائیل کی بابت ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ وہ خدا کے انصافی مقصد کو پُورا کرنے کے لئے ایک ایسی گری ہوئی قوم کے لوگوں سے لڑ رہے تھے جن کو اُس نے کافی مہلت دی تھی۔ اور اب اُس کی بے انتہا بدکاری کے باعث اُن پر فتوےٰ لگ چُکا تھا۔ بنی اسرائیل پر بھی یہ پُورے طور پر عیاں کر دیا گیا تھا کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ وہ اپنی طاقت سے فاتح ہوتے ہیں۔ بلکہ یاد رکھیں کہ وہ خود خدا کے ہاتھ میں صرف ایک وسیلہ ہیں ورنہ اُن کو بھی سزا اُٹھانی ہوگی۔

سب قوموں نے جن کی بابت ہم پڑھتے ہیں کہ اُنہوں نے بڑی بڑی فتوحات کیں۔ یہ تو سچ ہے کہ اُنہوں نے کسی نہ کسی گری ہوئی قوم کو جو بُت پرستی میں پڑ گئی تھی اور جس کے لوگوں میں اب اقتدار کی حِس باقی نہ رہی تھی نکال پھینکا۔ تاہم یہ خیال بھی ساتھ ہی آتا ہے۔ کہ اُنہوں نے یہ سب کچھ اپنی شان یا علاقہ بڑھانے کے لئے یا کسی خاص سردار کے ذاتی مقاصد کو پُورا کرنے کے لئے سرانجام دیا۔ کوئی قوم ہم کو ایسی نظر نہیں آتی جس کو ذاتی فوائد سے بردا شتہ رہنا سکھایا گیا ہو تا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ میں ایک ایسا وسیلہ سمجھیں۔ جس

سے کہ دُنیا گرے ہوئے لوگوں سے پاک کی جاسکتی ہے ۔ صرف
بنی اسرائیل ہی کو ہم اس خیال سے دیکھ سکتے ہیں ۔ اور در اصل
یہ ہی ایک فرق ہے جو بنی اسرائیل کو دوسری قوموں سے جُدا
دکھاتا ہے ۔

بنی اسرائیل کو خدا نے اس بات کا مختار کیا کہ وہ بدی کو نکال کر
ایسی نیکی کو قائم کریں ۔ جو آئندہ قوم کی ترقی میں برکت کا باعث ہو سکے ۔
خدا نے وہ سرزمین اُن کو عنایت کی تا کہ "وہ اس کے احکام کو مان سکیں
اور اُس کے قانونوں پر چل سکیں"۔

ایک دُوسرا خیال یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کہ اس وقت بنی اسرائیل کو
شاید یہ معلوم نہ ہو کہ وہ کنعانیوں کو اُن کی بدکاریوں کی سزا دے
رہے تھے ۔ اور یہ کہ وہ سزا الٰہی انصاف کا عمل تھی ۔ کیونکہ قاضیوں
کا فرض تھا کہ وہ اپنی قوم کی زندگی کو بحال رکھنے کے لئے اپنے لوگوں
کو لڑائی پر آمادہ کریں ۔ اور یہ تو کوئی عجیب بات ہی نہیں کہ ایک
اعلےٰ تہذیب کے لوگ ادنےٰ تہذیب والوں پر غالب آئیں ۔ جیسا کہ
اس موقع پر ہُوا مگر یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ فِلسطیوں کی دُنیاوی
تہذیب بنی اسرائیل کی تہذیب سے اعلیٰ تھی اور کچھ عرصہ تک
غالب بھی رہی ۔ تاہم قاضیوں کی کتاب کا مرتب ان کے تمام حالات
پر غور کرتا ہُوا یُوں لکھتا ہے ۔ کہ یہ قومیں اپنی بدکاریوں کے باعث
تباہ ہوئیں ۔

اب ہم کو بنی اسرائیل کے ایام جنگ پر غور کرنا چاہئیے ۔ اور
دیکھنا چاہئیے ۔ کہ کہاں تک اُنہوں نے کنعانیوں سے لڑائی کرتے
ہوئے اِس مقصد کو مدِ نظر رکھا ۔ کنعانی بڑے مضبوط اور تجار تھے ۔
مگر اُن کی یہ تمام آسودہ حالی ان کے گرے ہوئے اعمال کے باعث
دُھندلا گئی تھی ۔ اور اگر اب بھی ان کو بحال رہنے دیا جاتا تو بنی اسرائیل
بھی گر جاتے اور دُنیا کو بڑا ضعف پہنچتا ۔ ہم اس بات کے ثبوت
میں ان چند اشخاص پر نظر ڈالیں جو کنعانیوں میں سے بچ رہے
اور جنہوں نے بنی اسرائیل کے درمیان قیام کیا ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ
اُنہوں نے بنی اسرائیل پر کتنا بڑا اثر ڈالا ۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے
تمام بنی اسرائیل کو گمراہ کر دیا ۔ سوائے چند ایک کے جو بعد ازاں
مذہب کو زندہ رکھنے کا وسیلہ ہوئے ۔

بنی اسرائیل کی مذہبی تواریخ جاننے کے لئے قاضیوں کی کتاب
پڑھنی چاہئیے ۔ کیونکہ ایک ایسی نئی قوم کی ساخت ہو رہی تھی جس
نے کنعانیوں کو اپنا ہم خیال اور ہم اصول بنانا تھا ۔ گو اُس وقت
اُس کے برعکس کنعانیوں کا مذہب اور اخلاق بنی اسرائیل کی زندگی
میں رچ گیا ہُوا تھا ۔ اور چونکہ اب کنعانی بھی اسرائیلی ہو گئے تھے اِس
لئے ایک بڑی مُدت درکار تھی جس میں کہ موسیٰ کا مذہب بیرونی اجزا
پر غالب آ کر اپنا اثر دکھا سکتا اور تمام قوم میں رچ جاتا ۔ اسی لئے
اس زمانہ کو بنی اسرائیل کی تواریخ کا پیدائشی زمانہ قرار دیا جاتا ہے ۔

یہ زمانہ ایک کارخانہ تھا جس میں کہ قوم کی ساخت ہوئی۔ بعض اوقات فرقے حفاظت کے خیال سے متفق ہو جاتے تھے۔ اور یہوواہ کی اطاعت بھی قبول کر لیتے تھے۔ گو یہ اطاعت کبھی کبھی ظہور میں آتی تھی تاہم یہ کبھی بالکل زائل نہ ہونے پاتی تھی۔ یہ بیرونی حملے ہی بارہا اُن کی نجات کا باعث ہوتے تھے۔ کیونکہ یہ اُن کو اُن کی غلطیوں سے آگاہ کرتے اور از سرِ نَو خدا سے مدد مانگنے پر آمادہ کرتے تھے۔

اصل قوت محرکہ جس نے انہیں اس اہم کام کرنے کی دلیری اور اُستواری بخشی وہ یہوواہ ہی تھا۔ اور جس نے اُن کو رہائی دی وہ اُن کا وہی خدا تھا۔ جو قوی و قادر و سچا خداوند ہے۔ اس نے اُن کو اس بڑے کام کے لئے بُلایا۔ اُن کی لڑائیاں اس کی لڑائیاں تھیں۔ اُن کی جیتیں اس کے صادق کام تھے (قاضیوں ۵:۱۱)۔ خدا بنی اسرائیل کی تربیت کرنا چاہتا تھا اور اگر وہ کنعانیوں کو چھوڑ دیتا تو اس کا یہ مقصد حل نہ ہوتا۔ اور بنی اسرائیل ابراہیم کی نسل سے تھے جس کے باعث سب قوموں نے مبارک ٹھیرنا تھا۔

استثنا کی کتاب کے ساتویں باب کی دوسری سے چوتھی آیات میں کنعانیوں کی تباہی کا پُورا پُورا ذکر کیا گیا ہے۔ اور یُوں لکھا ہے کہ "اگر ان کو چھوڑ دیا گیا تو وہ تیرے بیٹوں کو مجھ سے برگشتہ کر کے دُوسرے معبودوں کی طرف متوجہ کر دیں گے"۔ اس پر مشہور و معروف

مؤرخ ڈاکٹر آرنلڈ صاحب یُوں رائے زنی کرتے ہیں۔ کہ "شریروں کو مہلت دے کر معصوموں کے خُون کروانے سے شریروں کو نیست و نابُود کر دینا ہی بہتر ہے۔ اور اگر ہمیں یہ خیال پیدا ہو کہ کنعانیوں کی تباہی کرتے ہوئے خدا نے اُن پر بڑی سختی کی تو چاہیئے کہ ہم اس بات پر بھی غور کریں کہ اگر ان پر یہ سختی نہ کی جاتی اور بنی اسرائیل کی تلوار ان کے بارنے میں کچھ نرمی کرتی تو ہمارا اور دوسری قوموں کا کیا حال ہوتا۔ اس سختی کے باوجود بھی دیکھیئے کہ ان تھوڑے سے کنعانیوں نے جو بچ رہے۔ کیسا بُرا اثر بنی اسرائیل پر ڈالا کہ وہ کئی بار خدا سے پھر بیٹھے۔ اگر یہ بُت پرست تعداد میں بنی اسرائیل کے برابر ہوتے اور ان کے آپس میں شادی و نکاح کے تعلقات ہو جاتے تو یہ ممکن نہ ہوتا کہ خدا کی راستی کے چمکارے بھی مسیح کی آمد تک باقی رہ سکتے۔ بنی اسرائیل کی تلوار دُنیا کے لئے رحم ثابت ہوئی ہے۔ زبُور نویس اور نبیوں کا زمانہ قاضیوں کے زمانہ سے کہیں بڑھا ہُوا تھا تاہم زبُور نویس اور انبیا اس دن کو بڑی خوشی سے یاد کرتے ہیں جبکہ ظالم کا سونٹا توڑا گیا سیسرا کا لشکر مارا گیا اور زیبا اور ظلمونا ایسے اُڑائے گئے جیسے بھوسا ہُوا سے۔

قاضیوں کی کتاب کو تیس حصّوں میں یُوں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

۱- (۱/۱ - ۲/۵) دیباچہ

۲- (۲/۶ - ۱۶/۳۱) قاضیوں کی تواریخ

۳- (۱۷-۲۱) باب تک- متفرقہ واقعات کا حدیثی بیان-

اس کتاب کی تصنیف حدیث کی بنا پر رکھی گئی ہے- یا اُن پُرانے تواریخی بیانات پر جن کو مُصنف اپنی رائے زنی کے بعد قلمبند کرتا ہے۔ کتاب کا زیادہ حصہ مصنف کا خود ساختہ معلوم ہوتا ہے۔ اِس مصنف کی تصنیف اِستثنا کی طرز پر ہے" اِس کا اصلی مقصد مذہبی صداقت کا اظہار تھا۔ اور یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کو نبیوں کے صحیفوں میں شمار کیا جاتا ہے۔" یہ کتاب تواریخی خیال سے نہیں بلکہ رُوحانی حقیقت بتانے اور سُلجھانے کے لئے مرتب کی گئی تھی"۔ اس کا خاص منظم استثنائی مرتب کہلاتا ہے۔ زیادہ مفصّل بیان کرنے کی ضرورت نہیں-

شروع سے ہی کنعان کے علاقہ پر حملے ہوتے آرہے تھے- ایک بڑی مدت تک یہ اہل بابل کے ماتحت رہا مگر سولھویں صدی قبل از مسیح یہ مصر کے قبضہ میں آگیا جنھوں نے کسی حد تک مصریوں کا مقابلہ کیا۔ مگر پیش نہ گئی- پھر جب مصریوں کی طاقت کمزور ہو گئی تو مُلکی فرقے خود مُختار ہو گئے اور کچھ مُدت تک خود مختار ہی رہے۔ اور اب بنی اسرائیل نے آکر اس سرزمین پر قبضہ کر لیا۔ تاہم بابل اور مصر کی تہذیب کا اثر اس مُلک سے بالکل نہ جاتا رہا۔ مغربی کنعان میں بہت سے کنعانی رہائش رکھتے تھے۔ وہاں کے لوگ حوی کہلاتے تھے اور یردن کے مشرقی علاقہ کے لوگ اموری- اموریوں کا ایک بڑا جنگی فرقہ تھا۔ فرزی درمیانی پہاڑی علاقہ میں آباد تھے-

اور فلسطی جنوب مغربی علاقہ پر قابض تھے۔ فلسطی بڑے جنگجو اور اکھڑ لوگ تھے- وہ بنی اسرائیل سے کسی قسم کا رابطہ نہ رکھتے تھے بلکہ ہروقت اُن سے لڑتے رہتے تھے۔ پہلے پہل شاید یہ کریت سے آئے پھر پہلے مصر پر حملہ کیا مگر واپس کر دیئے گئے- سو مجبوراً اُن کو کنعان میں جائے پناہ ڈھونڈنی پڑی- یہ پانچ گروہوں میں منقسم تھے- اور ہر ایک گروہ کا علیحدہ علیحدہ بادشاہ تھا- اُن کے مشہور شہر غزہ- عسقلون- اشدود- جات اور عقرون تھے اور یہی شہر تھے جو بنی اسرائیل کے تواریخی ایام کے شروع میں بھی مشہور ہو گئے- ساحل کے شمالی حصہ پر فینسی جلا وطن آبسے تھے- اور یہ علاقہ گو چھوٹا تھا مگر بڑا زرخیز تھا- اِن لوگوں کا آبائی پیشہ جہاز رانی تھا مگر اب تجار بن گئے تھے- شمال مشرقی علاقہ میں وہ فرقہ آباد تھا جو بعد ازاں سوریوں کے نام سے مشہور ہُوا- دمشق اُن کا دارالحکومت تھا- جنوبی اور مشرقی علاقوں میں وہ فرقے مقیم تھے- جو موابی- ادومی اور اموری کہلاتے تھے- یہ زراعتی کاموں میں لگتے جا رہے تھے- اور اُن میں موابی سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ موابیوں کے جنوب میں ادومی بستے تھے- اور ان کا علاقہ کوئی زرخیز علاقہ نہ تھا- اس لئے یہ لوگ لٹیرے تھے جو مسافروں کو لُوٹ لیا کرتے تھے"۔ اُن کو سمتی دُنیا کے خارج الشرع لوگ بھی کہا گیا ہے"- جبوسی یروسلم اور اُس کے گرد و نواح پر قابض تھے- ان سب فرقوں کی آپس میں مدامی جنگ لگی رہتی تھی- تاہم کبھی کبھی بیرونی دُشمن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی غرض

سے اُن کا آپس میں اتحاد بھی ہو جاتا تھا۔ (قاضیوں ۴/۱۳) یہ تمام فرقے
زرو مادو بعل و عستارات معبودوں کو پُوجتے تھے۔

اب بنی اسرائیل کو ان لوگوں سے واسطہ پڑا جو مدّت سے ان علاقوں میں آباد تھے اور ہر طرح کے ہتھیار اور گھوڑے رکھتے تھے اور جو لڑائی کے عادی بھی تھے۔ اہلِ یہوداُس پہاڑی میدان پر جو جنوب میں واقع ہے آ بسے۔ یہ پہاڑی میدان فلسطیوں کے علاقہ اور بحیرۂ مردار کے درمیان واقع ہے۔ اہلِ یہود کے ہمراہ کچھ لاوی بھی تھے۔ اور ان لاویوں کا کوئی ایک ضلع بھی اپنا نہ تھا۔ اہلِ یہود سے جنوب میں شمعونی پسماندگاں بستے تھے۔ اِسی طرح سے بزرگ یعقوب کا کلام پُورا ہُوا۔ کہ "لعنت اُن کے غضب پر کہ تند تھا۔ اور اُن کے قہر پر کہ سخت تھا۔ مَیں اُنہیں یعقوب میں چھتراؤنگا اور اُنہیں اسرائیل میں بکھراؤنگا۔"

اہلِ یہود اور اہلِ شمعون کا طرزِ رہائش دوسرے فرقوں سے بالکل جُداگانہ تھا۔ وہ کسی دوسرے فرقے سے کوئی تعلق نہ رکھتے تھے۔ حتےٰ کہ وہ سیسرا کے خلاف لڑنے کے لئے بھی اُن کے شریک نہ ہوئے۔ دبورا کی پکار اُنہوں نے سُنی تو ضرور مگر کوئی توجہ نہ دی۔ "اُن کی آئندہ خوشحالی ابھی کہیں مستقبل بعید میں تھی"۔ اہلِ یہود کے شمالی علاقہ میں بنیامین کا فرقہ تھا جو بڑا گستاخ اور دلیر سمجھا جاتا تھا۔ اُن کی جنگ کی پکار یہ تھی "میرے پیچھے اے بنیامین۔ اور یہی فرقہ تھا جس میں

سے بنی اسرائیل کے تیر انداز اور گوپیا انداز نکلتے تھے۔ سب فرقوں سے اعلیٰ طاقت ان بنیامینیوں کی تھی جن میں منسی کبھی بڑی تعداد میں شامل تھے۔ اُن کا علاقہ جنگی کنعانیوں کی سرحد پر واقع تھا۔ بنی اسرائیل کے یردن پار مشرقی مقبوضات کے انتہا شمال میں منسیوں کا ایک چھوٹا گروہ مقیم تھا۔ اور اس سے بھی اُوپر اشکار۔ زبلون۔ آشر اور نفتالی کے فرقے تھے اور ساتھ ہی ایک چھوٹا فرقہ دان کا بھی تھا۔ ان فرقوں نے ایک چھوٹی سی ریاست علیحدہ قائم کر رکھی تھی۔ برق اور جدعون کے پس مرگ ان فرقوں نے پھر کسی قسم کا اقتدار کبھی حاصل نہیں کیا۔ گو نئے عہد نامے کے زمانے میں معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے رُوحانی مشہوری حاصل کر لی۔ (متی ۴/۱۵-۱۶)۔ اہلِ دان پہلے پہل کوہ افرائیم پر مقیم ہوئے مگر کچھ عرصہ بعد اموریوں نے اُنہیں پہاڑی علاقوں میں دھکیل دیا (قاضیوں ۱/۳۴-۵)۔

اموریوں کا لفظ یہاں شاید عام فہم معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ سو غالباً ان کے لڑاکے مخالف فلسطی تھے۔ موسیٰ دان کی بابت کہتا ہے "دان ایک شیر بچہ ہے جو بن سے اُچھلیگا"۔

اہل دان انتہائے شمال میں بستے تھے۔ اور اُن کے چاروں طرف اُن کے دُشمن تھے جن سے اُن کو اپنی ہستی قائم رکھنے کی غرض سے مدامی جنگ کرنی پڑتی تھی۔ ان کے اِس جنگی میدان کا یعقوب یُوں ذکر کرتا ہے:۔

"دان راستے کا سانپ ہے اور راہ گذر کا افعی جو گھوڑے کی نلیوں کو ایسا ڈسیگا۔ کہ اس کا سوار پچھاڑی گر پڑیگا"۔ یردن کے مشرق میں جو تھوڑے سے منسی آباد تھے ان کے جنوب میں جد اور روبن کے جلعادی فرقے تھے۔ جدی اپنی دلیری کے لئے بڑے مشہور تھے۔

"جد ایک فوج سے مغلوب ہوگا پر وہ آخر کو غالب ہوگا (پیدائش ۱۹/۴۹) مبارک ہے وہ جو جد کی ترقی کرے۔ وہ شیر کی مانند پڑا رہتا ہے جو سر کی چاندی کو بازو سمیت پھاڑتا ہے"۔ (استثنا ۲۰/۳۳)۔

فرقے ان علیحدہ علیحدہ جگھوں پر یکدم مقیم نہ ہو گئے۔ روبن کا فرقہ بڑا کمزور تھا۔ اور اہل روبن لڑائی کی زندگی سے امن و آرام کی زندگی کو بہتر گنتے تھے۔ سو جب دبورہ نے اُن کو بلایا تو اُنہوں نے گھر پر ٹھہرنا زیادہ مناسب سمجھا۔ جہاں پر وہ اپنی بھیڑوں کی آواز سُن سکتے تھے۔ ان کا کوئی بڑا زور نہ تھا۔ سو وہ دن بدن گھٹتے گئے حتٰے کہ جد کے فرقہ میں مل گئے۔ موسیٰ نے اس فرقہ روبن کی بابت یہ کہا تھا:۔

"اے کاشکہ روبن جیوے اور نہ مرے۔ اور اُس کے لوگ تھوڑے نہ ہوں"۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ فرقے چھوٹے چھوٹے حصّوں میں بکھرے ہوئے تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ جلد کنعانیوں میں مل جائینگے سو یہودہ کا مذہب بھی گم ہوتا ہُوا نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس مذہب کے اصل اصول تو اتحاد کے خیال کو رد کرنے پر پہلے ہی گم ہو چکے تھے۔ اور بعل پرستوں کا اقتدار روز بروز بڑھتا ہُوا دکھائی دیتا تھا۔ اور اُمید نظر نہ آتی تھی کہ بنی اسرائیل

چرواہے کی زندگی سے زراعتی زندگی میں قدم مارتے ہوئے اس یہووا کے مذہب کو قائم رکھ سکینگے۔

جب یشوع مر گیا تو فرقہ بندی کی رُوح پھر ترقی پا گئی۔ کیونکہ ہر فرقے نے اپنا اپنا انتظام کرنا شروع کیا۔ اس زمانے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں وہ سب واحد فرقوں کی لڑائیاں تھیں۔ شاذو نادر ہی ایک فرقہ دوسرے کی مدد طلب کرتا تھا۔ اتحاد کو سمجھتے تو تھے مگر آپس میں تب ہی ملتے تھے جب کوئی خاص خطرے کا موقع پڑ جائے۔ ہم آگے پڑھ چکے ہیں کہ دبورہ ان حاکموں کی بابت جو لڑائی میں اس کے شریک ہوئے اور اشکار کے شہزادوں کی بابت جو لڑائی کے لئے آپس میں مل گئے۔ کیسی خوشی کا اظہار کرتی ہے۔

یہودا کا فرقہ پھر بھی شامل نہ ہُوا۔ وہ اپنے ہی کاموں میں مشغول رہا۔ اور اس فرقہ نے ایک عربی چرواہے فرقہ کو جو کینیوں کے نام سے نامزد تھا اپنے میں ملا لیا۔ اور اُدھر افرائیم اور شمالی فرقوں نے کنعانیوں کو مع اُن کی بُت پرستی کے اپنے میں شامل کر لیا۔ کنعانیوں کا اُن پر بڑا بُرا اثر پڑا۔ یہودا کا فرقہ کسی حد تک اس اثر سے بچا رہا۔ جب اتحاد کم ہو گیا حق مذہب کی رُوح بھی کمزور پڑ گئی۔" نتیجہ یہ ہُوا کہ رفتہ رفتہ بنی اسرائیل کی طاقت کمزور ہو گئی۔ اور قوم میں نئے مقبوضات لینے کی طاقت تو در کنار پُرانے علاقوں کو قابو میں رکھنے کی طاقت بھی نہ رہی۔ ان قصوں سے جو قاضیوں کا مصنف قلمبند کر گیا ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل

کی حالت کیسی خستہ ہوگی۔ بنی اسرائیل چُنی ہوئی قوم تھے۔ اور یہ بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے کتنی جلدی اور کتنی آسانی سے کنعانیوں کے علوم و رسُوم کو قبول کر لیا۔

جب یشوع بنی اسرائیل کو یردن پار لایا۔ تو اُس وقت یہ قوم بہت سے فرقوں کا ایک مجموعہ تھی۔ اور جب سموائیل نے ساؤل کو بادشاہ مقرر کیا تو اس وقت یہ فرقے ایک قوم کی صورت میں تبدیل ہو چُکے تھے۔ مگر یہ تبدیلی ایک بڑے دراز عرصے میں واقع ہوئی۔ بنی اسرائیل ایک ہجوم کی مانند تھے جو اپنی خانہ بدوش زندگی سے تنگ آکر رہائشی زندگی کی تلاش میں جنگ کر رہے تھے۔ اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ خدا اُن کو سب سے بڑی برکت جو دے سکتا ہے وہ اُن کی روزانہ روٹی اور جائے رہائش ہی ہو سکتی ہے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے کسی قسم کی اُمید نہ ہو سکتی تھی تاہم خدا نے اُنہیں کے وسیلے دُنیا کی سب سے بڑی تحریک کو آغاز بخشا۔ لڑائیوں کے وسیلے ان کو تیار کیا گیا۔ اور یہ لڑائیاں بھی ایسی تھیں جو یہ اپنے بچاؤ کی خاطر لڑتے تھے۔ ان جنگوں نے ان میں دلیری اور استقلال کی رُوح پیدا کر دی۔ اور اُن کو یقین ہو گیا کہ اُن کی فتح خدا کی طرف سے ہوتی تھی۔ اِس لئے اُن کا نعرۂ جنگ بھی یہ تھا "خدا اور جدعون کی تلوار"۔ دبورہ کے گیت سے اُن کی حب الوطنی کا پتہ چلتا ہے۔ جلاوطنوں کی جنگ ایک خونی جنگ ہوتی ہے۔ اور ایسی ہی اُن کی جنگ تھی۔ وہ جنگ کر رہے تھے تاکہ اپنی زِیست کو قائم رکھ سکیں اور خدا کے

اِس فتوے کو جو مخالف قوم کی تباہی کے لئے لگایا گیا تھا پُورا کر سکیں۔ ان کی یہ لڑائیاں سمتی جنگی طرز پر ہوتی تھیں۔ کیونکہ اُنہوں نے بھی اپنے دُشمنوں سے وہ طریق سیکھ لئے تھے۔ ان کے مقبوضات جا بجا بکھرے ہوئے تھے اور آپس میں کوئی لمبا چوڑا تعلق نہ تھا کیونکہ فرقہ بندی کی رُوح اب تک موجود تھی۔ "بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ نہ تھا اور ہر شخص اپنی دانست کے مطابق عمل کرتا تھا"۔ (قاضیوں ۱۷/۶)۔ لفظ "قاضی" سے مُراد کسی کچہری کے افسر سے نہیں کیونکہ مقدمات کا فیصلہ عام طور پر فرقوں کے بُزرگ کیا کرتے تھے۔ اور ان مقدمات کا فیصلہ کرنے میں رسموں کا پُورا پُورا لحاظ کیا جاتا تھا۔ لفظ قاضی سے ایسا سردار مراد تھا جو ان کا رہنما ہو سکے۔ اور ان کا فرض ہوتا تھا کہ وہ دشمنوں کا مقابلہ کرنے کا انتظام کر کے ان کے حق کو جتا سکے۔ جیسا کہ غتنی ایل نے کیا جبکہ خدا کی رُوح اس پر تھی (قاضیوں ۳/۱۰) اور ان قاضیوں کی وہی وقعت تھی جو کسی فوجی افسر کی ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر قاضی اس بات کو ثبوت کر دکھاتا کہ وہ کسی لڑائی میں کامیابی سے ان کی رہنمائی کر سکتا ہے تو وہ اُس کو امن کے زمانہ میں بھی اپنا مختار سمجھنے لگتے (قاضیوں ۸/۲۲ و ۱۲/۷)۔

مُلک کنعان آہستہ آہستہ اُن کے قبضہ میں آیا۔ جب ہر فرقے کو علیحدہ علیحدہ علاقہ میراث میں بانٹ دیا گیا تو وہ سب یریحو کے میدان سے متفرقہ سمتوں میں روانہ ہوئے۔ یہوداہ اور شمعون جنوب کو چل دیئے۔ اور باقی کچھ درمیانی علاقوں میں اور کچھ شمالی علاقوں میں مقیم ہو گئے۔ نتیجہ

یہ ہُوا کہ بنیامین کا فرقہ بالکل علیحدہ ہو گیا کیونکہ ان کے اور دُوسرے فرقوں کے علاقوں کے درمیان کنعانی شہر پڑتے تھے۔ یروسلم اب تک جبوسیوں کی پناہ گاہ تھا۔ شمال میں اشکار۔ زبلون۔ آشر اور نفتالی کے فرقے بھی بہت کچھ ایک دوسرے سے جُدا ہی تھے۔ ان کا کوئی ایک سردار نہ تھا۔ سو ہر فرقے کو اپنا اپنا انتظام کرنا پڑتا تھا۔ اور کنعانیوں کے ہوتے ہوئے ان کے لئے اپنے مقبوضات کو قائم رکھنا ایک اہم معمّا تھا۔ خطروں میں خاندان کا بزرگ سردار گِنا جاتا تھا۔ اور موقعہ کا انتظام اس کے سپُرد ہوتا تھا۔ اِسی طرح افتاح کو بُلایا گیا تھا (۱۱/۱۱) جب امن ہو جاتا تو یہ بزرگ یا سردار یا شہزادے جیسے بھی اُن کو نامزد کیا جاوے عام طور پر قوم پر حکومت کرتے تھے اور اُن کے لئے قانون بناتے تھے۔ (قاضیوں ۵/۴ و ۸/۳۴ و ۹/۲) ۔ خیال کیا جاتا ہے کہ احکام کی وہ کتاب (خروج ۲۲/۲۰ - ۳۳/۲۳) ۔ جو پہلے وقتوں کی سلطنتوں کے عام قانونوں کا مجمُوعہ تھی شاید اسی زمانہ میں مرتب کی گئی۔

ان لڑائیوں نے کنعانیوں کا بالکل خاتمہ نہ کیا۔ ساحل پر وہ مدت تک قابض رہے۔ اور درمیانی علاقہ میں بھی کئی ایک مضبوط جگہیں داؤد بادشاہ کے وقت تک اُن کے قبضہ میں رہیں۔ وہ شہر جو یروسلم اور یزرعیل کی حدوں پر واقع تھے اور جو چار دیواری میں گھرے ہوئے تھے کچھ مدت تک یہ بھی بحال رہے۔ ایک بڑی مدت لڑائی کرنے کے بعد بنی اسرائیل کامیاب ہوئے۔ بنی اسرائیل کی تواریخ بھی دوسری قوموں کی تواریخوں

کی مانند کئی ایک بیرونی حملات کے بیان سے پُر ہے۔ کہ اُنہوں نے کس طرح بیرونی دُشمنوں کا مقابلہ کیا اور اِس مقابلہ میں کیا کیا بہادریاں دکھائیں۔ اور کہ ان مقابلوں کا اثر ان کے مُلکی انتظام پر کیا ہُوا؟

اِس تواریخ کا بہت سا حصہ بنی اسرائیل کی گمراہی۔ سزا۔ توبہ اور نجات کے بیان سے پُر ہے۔ کہ وہ کس طرح خدا سے پراگندہ ہو گئے اور کس طرح اُنہوں نے بُت پرستوں سے شادیاں بیاہ کئے۔ خدا نے اپنا ہاتھ اُٹھایا مگر پھر اُن پر رحم کیا اور قاضیوں کو بھیجا۔ اور قاضیوں نے اُن کو اُن کے دُشمنوں سے رہائی دی۔ جب قاضی ختم ہوئے۔ تو وہ پھر اپنی بُری راہوں میں پڑ گئے۔ اِس طرح کئی بار وہ خوشحال ہوئے اور کئی دفعہ اُن کو زوال آیا۔ خدا ان کے دُشمنوں کو ایک دفعہ ہی نیست و نابُود کر سکتا تھا مگر لازم و ضروری تھا کہ وہ اپنے لوگوں کو آزماتا اور اُن کو تکلیف سے گذار کر مضبوط کرتا۔ اس پُرسوز تواریخ کا جو اُن کی بے وفائی۔ توبہ اور بحالی کا ذکر کرتی ہے یہی اخلاقی پہلو ہے۔ دونو قوموں کے مُعاشی میل جول نے اُن میں مذہبی میل جول پیدا کر دیا۔ اور بنی اسرائیل کی مُصیبتیں اُن کی بعل پرستی میں شروع ہوئیں۔ کئی بار ایسا ہُوا کہ بنی اسرائیل یہووا کی پرستش تو کرتے رہے مگر اُس کو کنعانیوں کے مندروں کے بعل جیسا سمجھ کر سو اُنہوں نے اس کی پرستش کے لئے بھی مندروں کی رسموں کو رائج کیا اُن کو یہ خیال نہ آیا کہ وہ ایسی حرکتوں سے یہووا کے سچے پرستار نہ رہ سکتے تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ کسی ایک علاقہ کے معبُود کو ماننا

بھی اُن پر فرض تھا۔ اور اسی لئے وہ یہوواہ کی پرستش کرتے ہوئے بعل کی پُوجا بھی کرتے تھے۔ اور یہوواہ اور بعل میں کوئی بڑا فرق نہ سمجھتے تھے۔ یہ ایک بڑا خطرناک رواج تھا۔ عبرانی اور کنعانی مندروں کی رسمیں قریباً ایک جیسی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ عام لوگ بعل اور یہوواہ کی پرستش میں کوئی بڑا فرق نہ سمجھ سکتے تھے۔ سو گمراہی۔ سزا۔ حملے۔ توبہ یہ چاروں باربار یکے بعد دیگرے ظہور میں آتے رہے۔

بعل ایک ایسا معبود سمجھا جاتا تھا جو ایک خاص علاقہ کے لئے مخصوص تھا۔ اور جس کے اختیار میں چشموں اور دیگر آبپاشی کے ذریعوں سے اُس زمین کو زرخیز کرنا ہوتا تھا۔ اس لئے لوگ سمجھتے تھے کہ اُن کو بعل کی پُوجا کرنی اور پہلے پھلوں کے ہدیے چڑھانے لازم ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ پہلے پہل جب بنی اسرائیل کنعان کی سرزمین میں آئے تو اُنہوں نے بعل اور یہوواہ میں فرق نہ کیا۔ اور یہ سمجھا کہ جو باتیں بعل کو پسند ہو سکتیں وہ یہوواہ کو ضرور ہی پسند ہونگی۔ سو اُنہوں نے کئی ایک کنعانیوں کی رسموں کو اختیار کر لیا وہ یہوواہ کو بعل کہکر پکارنے لگے اور ویسے ہی اُس کی پرستش بھی کرنے لگے۔ ہوسیع ۱۶/۲ بنی کہتا ہے۔ "کہ اُس دن ایسا ہوگا کہ تو مجھے اشی (میرا خاوند) کہیگا۔ اور نہ کہ بعلی (میرا مالک)۔

نتیجہ یہ ہُوا کہ یہوواہ کے نام و پرستش کی قدر و منزلت کم ہوگئی۔ اور خطرہ تھا کہ وہ یہوواہ کو ایک ایسا معبود نہ سمجھنے لگ جائیں۔ جو محض پیدائشی پہلو

کا اظہار ہو۔ دونو قومیں بیاہ شادیاں کرکے مل بیٹھیں۔ اور دونو کے رسم و رواج یکساں ہوگئے۔ اگر ہم ابی ملک کی کوشش پر جو ماں کی طرف سے کنعانی تھا۔ غور کریں کہ اس نے کس طرح ایک سلطنت قائم کرنی چاہی تو گو وہ اس کوشش میں ناکام رہا۔ تاہم اس کی عارضی کامیابی میں بنی اسرائیل اور کنعانیوں کے تعلقات ہم پر صاف عیاں ہو جائینگے۔ جب ساؤل بادشاہ ہُوا۔ بنی اسرائیل کی چرواہے پن کی عادات کا بالکل خاتمہ ہوچکا تھا۔ اور وہ اصلی باشندوں کے پہلو بہ پہلو مقیم ہوچکے تھے۔ اس تبدیلی کو مکمل کرنے کے لئے مذہبی موافقت کے قائم کرنے کی ضرورت باقی تھی۔ گو کچھ حد تک یہ بھی پُوری ہوگئی تھی۔ بیت ایل بیرسبع۔ اور کئی ایک دوسری جگہیں جو کنعانیوں کی پاک جگہیں گنی جاتی تھیں۔ بنی اسرائیل کی بھی پرستش گاہیں بن گئیں۔ درختوں۔ دیواروں اور کھمبوں کی پرستش ہونے لگی۔ (قاضیوں ۶/۲۵ - یشوع ۲۴/۲۴) گردو نواح کا ایسا اثر پڑا کہ جو طرز و طریق رسم و رواج یہوواہ کی پرستش کو بعل کی پرستش سے جدا دکھا سکتی تھیں مُنہدم ہونے لگیں۔ مگر یہ بالکل جاتی نہ رہیں کیونکہ اب بھی بنی اسرائیل میں چند لوگ ایسے موجود تھے جو ایمان کے پکے اور صادق تھے۔ اور جن کا پکا یقین تھا کہ سب فتوحات خدا کی طرف سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور یہی ایمان تھا جس نے ان کو اُن کی مُشکلات پر غلبہ بخشا۔ اگر عام لوگ یہوواہ کو ملک کے معبود جیسا سمجھنے لگتے تو بنی اسرائیلیوں کے مذہب کا بھی وہی حال ہوتا جو کنعانیوں کے مذہب کا ہُوا۔ اور بنی اسرائیل

نام ونشان کبھی دُنیا کے طبقہ پر باقی نہ بچتا۔ قاضیوں کی کتاب اُس الٰہی
تعلیم و تربیت کی تواریخ ہے جس نے اپنے لوگوں کو کنعانیوں کی بُت پرستی
اور بنی اسرائیل کی روزمرہ کی گمراہی سے بچائے رکھا۔

ان فرقوں نے جو یردن پار بستے تھے اِس قومی ساخت میں کوئی حصّہ
نہ لیا۔ اور خطرہ تھا کہ شاید وہ اپنے آپ کو بنی اسرائیل سے علیحدہ ہی نہ
سمجھ بیٹھیں۔ جونہی روبن اور جد کے فرقے یردن پار پہنچے اُنہوں نے اپنے
لئے ایک مذبح بنایا قوم کے ایک حصّہ نے اس عمل کو ناجائز قرار دے کر اُن
پر چڑھائی کرنے کی تیاری کی اور پیشتر اس کے کہ وہ اُن پر چڑھ جاتے
اُنہوں نے الیعزر کے بیٹے فینحاس کو اُن پاس بھیجا۔ جس نے کہا "کیا
ہمارے لئے بعل فغور کی بدکاری کچھ کم تھی کہ تم آج کے دن خداوند
کی پیروی سے برگشتہ ہو" (یشوع ۲۲: ۱۱-۳۴)۔ سو وہ اپنی گمراہی سے پھرے
تاہم اُنہوں نے مشرقی فرقوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا۔ اور جب
جداؤں نے اُن کو مدد کے لئے بُلایا تو اُنہوں نے انکار کر دیا۔ (قاضیوں ۵: ۱۷)
دبورہ اِس انکار کرنے کے لئے روبن کے فرقے کو ملامت کرتی ہے (قاضیوں ۵: ۱۶)۔

یہوواہ کا فرقہ دوسرے فرقوں سے بہت کم تعلق رکھتا تھا۔ سو دبورا
اپنے گیت میں اِس فرقہ کا ذکر نہیں کرتی۔ راحب اور روت دو موابی
عورتیں اِس فرقہ میں بیاہی آئیں تھیں۔ اِس فرقہ میں بہت سی صفات بھی
تھیں۔ (پیدائش ۴۹: ۸) بنیامین کا فرقہ کوئی اتنا مضبوط فرقہ نہ تھا کہ دوسرے
فرقے اس کے خلاف اُٹھتے۔ تاہم بنی اسرائیل کا دوسرا راج کرنے والا اِسی

فرقہ سے تھا۔ اور اُس کا نام آہو تھا۔ اِس چھوٹے فرقے کا محافظ یہوداہ
افرائیم اور منسی کے فرقے تھے۔

اب ہم بنی اسرائیل کی سیاسی تواریخ کے تین بڑے حصّوں کو دیکھینگے۔
پہلا خدا کی حکومت کا زمانہ۔ دوسرا بادشاہت کا زمانہ اور تیسرا وارثوں
کی حکومت کا عہد۔ بنی اسرائیل کی تواریخ ابراہیم سے شروع ہوتی ہے۔
مصر کی تعدیوں نے اُن میں اتحاد قائم کر دیا۔ اور جب وہ وہاں سے
رہا ہوئے تو ایک اعلیٰ مستقبل کا خیال پیدا ہوگیا۔ اور پھر وہ عہد جو خدا
نے ان کے آباواجداد سے کیا سیناؔ کے پہاڑ پر اُن کے ساتھ پھر کیا گیا۔
اور اُن کا کنعان کی سرزمین میں داخل ہونا اِس عہد کا ایک حصّہ تھا۔ وہ
زمانہ جس کا قاضیوں کی کتاب میں بیان درج ہے۔ ایک گڑبڑ اور خدا سے
علیحدگی کا زمانہ تھا۔ مگر یہی خدا کی حکومت کا زمانہ بھی تھا مگر بعد ازاں لوگوں
نے یہ ظاہر کر دکھایا کہ وہ راہ راست اسی حکومت کے تلے نہ رہ سکتے تھے۔
اور کہ اُن کو ایک دُنیاوی بادشاہ کی ضرورت تھی۔" اِن فرقوں کو ایک
مضبوط قوم میں متحد کرنے کے لئے کسی ظاہری عہد کی ضرورت تھی۔ کیونکہ
صرف یہوواہ کی تابعداری ہی اُن کے اتفاق کو قائم رکھنے کے لئے کافی نہ
تھی۔ جب کبھی اُن پر تکلیف آتی تو وہ آپس میں مل جاتے۔ اور ساتھ ہی یہوواہ
کے بھی زیادہ وفادار بن جاتے۔ سو آخری مرتب ان کے مذہبی فلسفہ کو
بیان کرتا ہوا یہ بتاتا ہے۔ کہ خدا اُن کو اُن کی بدانتظامی اور جھگڑوں کی
مصیبتوں اور آزمائشوں کی تاریکی سے کس طرح نکال لے گیا سموایل نے یہ

بڑا کام کیا کہ وہ بنی اسرائیل کی تواریخ کے اس نازک وقت پر ان کا رہنما ہوا۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ بنی اسرائیل الٰہی حکومت سے بادشاہی حکومت میں تبدیل ہو رہے تھے۔ اور یہ بادشاہی حکومت اُن کی تواریخ کی دوسری منزل تھی۔ ہم دیکھیں کہ قاضیوں کے زمانہ میں بنی اسرائیل کس طرح آزمائے اور سکھائے گئے اور کس طرح قوم بننے کے لئے تیار کئے گئے۔ آٹھ سال تک وہ مسوپتامیہ میں قید رہے۔ مگر جب اُنہوں نے اپنی اسیری میں خدا کو پُکارا تو اس نے اُن کی رہائی کے لئے غتنی ایل کو کھڑا کیا۔ خدا کی رُوح اس میں آئی۔ قاضیوں کے فرائض بڑے اہم فرائض تھے۔ سو غتنی ایل اُن کو اپنی طاقت سے سرانجام نہ دے سکتا تھا۔ اس لئے یہوواہ کی رُوح کا ہونا ضروری تھا۔ پُرانے عہدنامے میں جسمانی۔ اخلاقی یا رُوحانی غیر معمولی لیاقت کا ہونا خدا کی روح کے باعث بتایا گیا ہے۔ قوم کو رہائی ہوئی۔ اور چالیس برس تک امن قائم رہا۔

پھر بنی اسرائیل نے بدی کی۔ اور موآبیوں کے بادشاہ اگلون نے اُن کو اٹھارہ سال تک خوب رگیدا۔ اس نے یریحو جو کھجوروں کا شہر کہلاتا تھا بنی اسرائیل سے چھین لیا۔ اور اب اس کے لئے آسان ہو گیا کہ وہ اپنی فتوحات کو یردن کے مغربی علاقہ میں بھی پھیلائے۔ آہو کو کتاب قاضی کے نام سے نامزد نہیں کرتی۔ بلکہ ایک سردار بتلاتی ہے جس نے اگلون کو مار کر بنی اسرائیل کو رہائی دی اور اُنہیں یردن کی آبشاروں پر قابض ہونے کا حکم دیا۔ اس بیان کی تشریح کی چنداں ضرورت نہیں۔ آہو کا

اخلاق تو کوئی اتنا اچھا بتلایا نہیں گیا اور نہ ہی اس کی حب الوطنی کوئی اتنی دلکش۔ تاہم سرزمین پر آٹھ سال تک امن و امان رہا۔

شامگر نے جو شکست فلسطیوں کو دی اس کا ذکر پُورے طور پر درج نہیں سو ہم اس کو چھوڑ کر اس حملہ پر غور کریں جو شمال سے بنی اسرائیل پر ہوا۔ کنعان کے بادشاہ یابین نے ایک بڑی فوج جمع کی جس میں نو سَو رتھیں تھیں اور سیسرا کو اس کا کپتان مقرر کیا۔ بیس سال تک وہ بنی اسرائیل کو رگیدا کئے۔ اور اس بیان کا ذکر چوتھے باب میں نثر کی صورت میں اور پانچویں باب میں نظم کی صورت میں درج ہے۔ بیان دونو ملتے جُلتے ہیں۔ اشخاص دونو میں ایک ہی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے ۔ کہ چوتھے باب میں سیسرا کو یابین کا کپتان بنایا گیا ہے۔ صرف زبلون اور نفتالی جنگ میں حصہ لیتے ہیں اور یاعیل سیسرا کو سوتے وقت مار دیتی ہے۔ اور پانچویں باب میں یابین کا ذکر ہی نہیں اور سیسرا کو کنعانی بادشاہوں کی متفقہ فوجوں کا سردار بتایا گیا ہے۔ سب فرقوں کو بُلایا جاتا ہے جن میں سے بعض حصہ لیتے ہیں۔ اور یاعیل سیسرا کو کھڑے کھڑے مار دیتی ہے۔

عبرانی زبان میں دبورا کا گیت اعلیٰ النظم ہے۔ اس وقت بنی اسرائیل کی حالت بڑی خستہ تھی۔ کئی سالوں سے اُن پر ظلم ہو رہا تھا۔ قومی رُوح دبا دی گئی تھی۔ ان کے پاس کسی قسم کے جنگی ہتھیار نہ تھے۔ شاہراہیں خالی پڑی تھیں اور اگر حاشیہ کے الفاظ کو پڑھا جائے "قافلے جانے بند ہو گئے تھے"۔ ہر طرح کی تجارت بند تھی۔ مسافروں کو نئے راستے ڈھونڈنے پڑتے

تھے۔ حاکموں کی حکومت ختم ہو گئی تھی اور شہر محفوظ نہ رہے تھے۔ کیونکہ دروازوں پر لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اسڈالن کے میدان میں جو قلعے تھے اُن پر دُشمنوں کا قبضہ تھا جن کی رتھیں اِدھر اُدھر سرِ وقت گردش کرتی رہتی تھیں۔ سو بنی اسرائیل کی پُوری پُوری روک ہو گئی تھی۔ اور بالکل لاچار ہو گئے تھے۔ اور اب میدان کے کنعانی اُن پر آ چڑھے۔

دبورا و برق

(قاضیوں ۴-۵) میں ہم پڑھتے ہیں کہ نفتالیوں نے کنعانیوں کو مُلک سے خارج نہیں کیا بلکہ اُن کا ساتھ دینے لگ گئے سو وہ اس وقت بُت پرست حاکموں کے زیرِ حکومت تھے اور وہ اُن پر بڑا ظلم کر رہے تھے۔ بنی اسرائیل بھی ان کی بُت پرستیوں میں گرفتار ہو گئے۔ پھر ایک رہائی دینے والا پیدا ہُوا۔ اور وہ اشکار کے فرقہ کی بنیہ دبورا تھی۔ جو روح سے بھر گئی کہ الٰہی مرضی کو اشکارہ کرے اور بنی اسرائیل کو کنعانیوں کے ہاتھ سے چھُڑائے۔ اس نے حقیقی نبوت کی نگاہ سے معلوم کیا کہ مذہبی جوش کی ضرورت ہے۔ اور اس کو پیدا کرنے کے لئے چاہیئے کہ خاص خاص اشخاص اور سرداروں کو مؤثر کیا جائے۔ سو اس نے پہلے یہ سب کچھ کیا۔ لوگ اس کی قدر کرنے لگ گئے۔ اور عدالت کے لئے اُس پاس آنے لگے۔ دبورا خرمے کے درخت تلے بیٹھکر اُن کی عدالت کیا کرتی تھی۔ (۲۶) جان آف آرک

کی طرح اُس نے بھی اپنے مُلک کی خستگی کو محسوس کیا اور بڑے استقلال اور دلیری سے قدم بڑھایا۔ اور قادس نفتالی نے جو یابین کے دارالخلافہ کے نزدیک واقعہ تھا اس نے برق کو بُلایا۔ کہ وہ دس ہزار آدمی نفتالی اور زبلون کے فرقوں سے فراہم کرکے بتور کے پہاڑ پر جائے۔ اور یہ کہلا بھیجا کہ مَیں خود اسٹڈالن کے میدان کو جاؤنگی جہاں نہر قیسون بہتا ہے۔ اور جہاں پر سیسرا اور اُس کی بڑی فوج جمع ہے۔ اور پھر اُس نے اپنے دُشمنوں کی شکست کی پشینگوئی کی۔ برق نے اس مہم کی مشکلات اور خطروں کو سمجھکر اکیلا جانے سے انکار کیا۔ اس کو یہ خیال ہُوا کہ دبورہ ہمراہ جائے تو نہ صرف رہنمائی یقینی ہو جائیگی بلکہ لوگوں کا اعتاد بھی بڑھ جائیگا۔ ورنہ وہ کوئی بُزدل نہ تھا۔ برعکس اسکے ایک بڑا دلیر اور ہوشیار آدمی تھا۔ دبورہ نے اس بات کو مان لیا مگر ساتھ ہی برق کو جتا دیا کہ فتح کی عزت اس کو نہ ملیگی بلکہ ایک عورت کے ورثہ میں آئیگی۔ اِس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ دبورہ نے اس کی درخواست کو حقیر جانا۔

تمام کنعانیوں میں سے سیسرا ہی بچا۔ اور وہ کنعانی یاعیل کے خیمہ کو پیدل پاؤں بھاگا۔ یاعیل نے اسے آتے دیکھکر اس کا استقبال کیا۔ اور خیمہ میں لیجاکر اُس کو تھوڑا سا دُودھ دیا۔ وہ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گیا۔ اور یاعیل سے کہا کہ "تو دروازے پر ٹھہر اور اگر کوئی پُوچھے تو کہنا کہ سیسرا یہاں نہیں ہے"۔ وہ دروازے پر ٹھہری رہی۔ اور جب وہ سو گیا تو ایک میخ اس کی کنپٹی میں ٹھونک کر اس کو مار دیا۔" وہ مغرور جوان جو خدا کی قوم

کو تباہ کرنا چاہتا تھا ایک عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور ایسی جگہ میں
جہاں اُس کا کوئی قریبی نہ تھا کہ اُس پر روئے۔ سیسرا فاتح لوگوں کے لئے
انسانی کمزوری اور خدا کی طاقت کی ایک مثال ہے۔ برق نے آکر اس
کی لاش کو دیکھا اور یوں دبورہ کا قول پُورا ہُوا۔ کہ سیسرا آج کے دن ایک
عورت کے ہاتھ بیچا گیا۔ دبورہ کے گیت میں یہ تمام قصہ پُورے طور پر بیان
کیا ہُوا ہے۔ دبورہ کا گیت حب الوطنی کے جوش اور مذہبی روانگی سے پُر
ہے۔ اس گیت سے کئی ایک اعلیٰ دماغ بنی اسرائیلیوں میں جوش پیدا
ہوگیا۔ یہ گیت یہ بھی بتاتا ہے کہ ایمان اس چرواہے فرقے میں کیا عجیب کرشمے
دکھا رہا تھا۔ اس گیت کو دانائی کا ایک کرشمہ کہا گیا ہے۔ اور ایسی دانائی
کا جو مطالعہ اور سیکھنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُس کی دانائی قدرتی اور
اٹل ہے۔ یہ ہر زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک اعلیٰ جنگی راگ ہے۔ آٹھویں
صدی کے نبیوں کی مانند دبورہ بھی دکھاتی ہے کہ خدا بنی اسرائیل سے
کتنی محبت رکھتا تھا۔ اور کہ اس نے ان کو کس طرح چُنا اور کس قدر
ان کی برداشت کی۔ سو چاہئے تھا کہ بنی اسرائیل اس کے فرمانبردار
ہوتے اور اس کی فرمانبرداری میں اپنا قومی اتحاد قائم کرتے۔ کیونکہ
قومی اتحاد اُس پر ایمان رکھنے پر ہی مبنی ہوسکتا تھا۔ اور جب یہ اتحاد ہو
گیا تب ہی یہوواہ کی تعریف میں یہ الفاظ نکلے۔

"میرا دل اسرائیل کے حاکموں کی طرف مائل ہے۔ ان لوگوں کی طرف
جنہوں نے خوشی سے اپنے آپ کو حاضر کیا۔ خداوند کو مبارک کہو"۔ (آیت ۹)

دبورہ بادشاہوں کو مخاطب کر کے کہتی ہے کہ میرے اِس گیت کو
سُنو جو میں خدا کی تعریف میں گاتی ہوں کہ اس نے پُرانے ایام میں
ہماری رہنمائی کی۔ اس کا جاہ و جلال عظیم الشان ہے۔ اُس کے ظہور
کی چمک سے زمین کانپ اُٹھی۔ آسمان پانی کی طرح ٹپک پڑے اور
کوہ سینا پگھل گیا۔ جو رہا کئے گئے ہیں وہ اِس کے راست کاموں کا
بیان کریں گے۔ جو اُس نے بنی اسرائیلی چرواہوں کے ساتھ کیا۔ اِس
طرح سے وہ دلیری اور اُمید کا راگ چھیڑتی ہے۔ خداوند کی تعریف
کرتی ہے۔ کہ وہ سب طرح کی رہائی کا سرچشمہ ہے۔ پھر وہ لڑائی کے
لئے فرقوں کو بُلاتی ہے۔ اور جو اس کی آواز کے شنوا ہوتے ہیں ان کے
لئے برکت چاہتی ہے۔ اور جو متوجہ نہیں ہوتے اُن کو مُلزم ٹھہراتی ہے۔
زیادہ تر وہ فرقے اُس کی مدد کو آئے جن پر کنعانیوں نے از حد ظلم کیا تھا۔
افرائیم۔ مکر (جو منسی کا خاص فرقہ تھا)۔ اور بنیامین کے فرقوں نے جلد
اس کی آواز کو سُنا اُس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور نفتالی اور زبلون
کے فرقوں نے محض اپنی دلیری کی مشہوری کو قائم رکھنے کی خاطر اپنے
آپ کو خطرناک جگہوں میں رکھ دیا۔ دبورہ کا اپنا فرقہ اشکار بھی شامل
ہوگیا۔ پُرانی جلد سے معلوم ہوتا ہے کہ اشکار کا فرقہ بھی شامل ہونے
سے پہلے پہل گھبرایا۔ پیدائش ۴۹: ۱۴-۱۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشکار کے
لوگ امن پسند تھے۔ اور اِس امن کو قائم رکھنے کے لئے وہ جزیہ کی
ماتحتی کرنے کو بھی تیار تھے۔ ان باتوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہی ہم ان

الفاظ کے "کہ اشکار بھی" مخفی معنوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ اِس لڑائی نے اشکار کے فرقہ پر بڑا اثر کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ جب داؤد بادشاہ ہوا تو اِن سب سے جو اس کے جھنڈے تلے فراہم ہوئے اشکار کے فرقہ کے لوگ زیادہ بہادر تھے (اتواریخ ۱۲/۳۲) اور یہی لوگ تھے جو موقعوں کو سمجھتے تھے اور جانتے تھے کہ بنی اسرائیل کو کیا کرنا چاہیئے۔ سو یہ چھ فرقے تھے جو آزادی کی خاطر لڑائی میں شامل ہوئے۔ اور بہادری دکھا کر یہودی تواریخ میں اپنی دائمی یادگار قائم کر گئے۔ باقی فرقوں کی بابت دبورہ کو مجبوراً افسوس ظاہر کرنا پڑا۔ روبن اور جلعاد اپنے غلوں کو نہ چھوڑ سکتے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ڈرتے ہوں کہ اگر ان کے بہادر مُلک سے باہر چلے گئے تو کہیں مدیانی اور عمالیقی اُن پر حملہ آور نہ ہوں۔ اور ان کے مقبوضات چھن جائیں۔ یہ ایک بڑا اہم مسئلہ تھا۔ سو اُنہوں نے اُس پر پُورا غور کیا۔ آپس میں ان کی دھڑبندیاں ہوگئیں۔ اور جب وہ ادھر اس بات کا ابھی فیصلہ ہی کر رہے تھے اُدھر دشمن کی فوج اور رتھیں مُلک میں گرج رہی تھیں۔ اور قوم کی زیست خطرے میں تھی۔

دان اور آشر کو ان کی ساحلی بندرگاہوں سے طلب کیا گیا۔ مگر وہ اپنے کاموں سے فارغ نہ ہو سکے۔ سو وہ بھی دبورہ کی پُکار کے شنوا نہ ہوئے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان فرقوں نے اپنے فرائض کو بالکل بُھلا دیا۔ کیونکہ خدا نے لڑائی کر کے بنی اسرائیل کو حاصل کیا تھا۔ اور اُس کو آزادی دلائی تھی۔ (استثنا ۳۳/۲۴)۔ سو دبورہ کی شنوائی ان کو ان کی فرقہ بندی

سے رہائی دیتی۔

یہودا کے فرقے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ دبورہ ہر فرقے کو جو لڑائی میں شامل نہ ہوا ندامت دلاتی ہے۔ مگر اس فرقہ پر کسی قسم کا الزام نہیں لگاتی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شمولیت کی اُمید بھی نہ تھی کیونکہ وہ انتہا جنوب میں رہتے تھے اور اس کے اور دوسرے فرقوں کے درمیان دشمنوں کے قلعے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید وہ اپنی جنگ میں ہی مشغول ہوں۔

اب ہم لڑائی کی کیفیت کو دیکھیں۔ جب کنعانی بادشاہوں یا سرداروں نے بنی اسرائیل کی اس جمعیت کو دیکھا تو بڑے گھبرائے۔ اور اُنہوں نے قصد کیا کہ بنی اسرائیل کو نیست و نابود کریں میدانِ جنگ نہر قیسون کے کنارے تنک اور مجدو دو شہروں کے پاس تھا۔ بادشاہوں کا خیال تھا کہ ان کو بڑی لُوٹ ملیگی مگر اُن کو شکست ہوئی۔ وہ پہلے اسڈرالن کے میدان پر خیمہ زن ہوئے۔ اور یہ وہ میدان تھا جہاں اُنہوں نے بنی اسرائیل سے پہلا جنگ کیا تھا۔ اگر یہ بنی اسرائیل کے ہاتھ میں ہوتا کہ وہ جہاں چاہیں لڑائی کریں تو وہ ضروری پہاڑوں اور پہاڑی دروں پر لڑائی چھیڑتے جہاں اُن کے دُشمنوں کے سواروں کی تعداد بے سُود ثابت ہوتی۔ مگر اب چونکہ یہ بات اُن کے دُشمن کے ہاتھ میں تھی سو اب فلسطین کے شمالی اور جنوبی میدانوں پر لڑائی ہوئی۔ دبورہ کوہ تبور پر چڑھ گئی۔ اور وہاں سے دُشمن کی فوج کا معائنہ کرتی رہی۔ جب وقت آیا۔ تو اُس نے فتح یقینی جان کر اپنے لوگوں کو بڑھنے کا حُکم دیا۔ برق اور اس کے سپاہی اپنی کمین گاہوں سے نکل

دُشمن پر ٹوٹ پڑے۔ یہ سپاہی نہر قیسون کے معاونوں کے درمیان چھُپے ہوئے تھے۔ اِس موقع پر فلکی طاقتوں نے بھی ان کا ساتھ دیا۔ سو جیسے کرسی کے میدان پر بارش نے تیر اور گوپیا اندازوں کو بے مقدر کر دیا تھا۔ ویسے ہی اس موقع پر سردی۔نے دشمن کے تلواریوں کو عاجز کر دیا مگر بنی اسرائیل کو تکلیف نہ ہوئی کوئی جھکڑ ان کے پیچھے سے چل رہا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ یہ مددِ الٰہی ہے۔ بارش بھی مُوسلا دھار ہوئی۔ نہر قیسون طغیانی پر آیا اور تمام میدان میں پھیل گیا۔ میدان ایک دلدلی علاقہ بن گیا۔ اور رتھیں اور گھوڑے۔ جن پر کنعانیوں کی فتح منحصر تھی اس دلدل میں پھنس گئے۔ اور پانی کا بہاؤ اُن کو بہالے گیا۔ اُن کا بُرا حال ہُوا۔ اور اس طرح دُشمن کی طاقت ٹوٹ گئی۔ گھوڑوں کا دلدل میں خاتمہ ہُوا۔ اور رتھیں دھنس گئیں۔ بنی اسرائیل کو پُوری فتح ہوئی۔ اِس فتح سے نہ صرف بنی اسرائیل کو آزادی ہی مل گئی بلکہ ان میں قومی اتحاد کا خیال بھی ترقی پا گیا۔ ان کی حالت بالکل بدل گئی۔ پہلے تو وہ کنعانیوں میں رہتے تھے اور اب کنعانی ان میں رہنے لگ گئے کیونکہ کنعانیوں کی طاقت بالکل کمزور ہو گئی تھی۔ سیسرا موت سے بچ کر پیدل پاؤں بھاگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ میروز کے گاؤں سے گذرا مگر وہاں کے لوگوں نے اپنے فرض سے غفلت کی اور اُس کو صحیح سلامت نکل جانے دیا۔ یہ ہی سبب تھا کہ دبورہ نے اس گاؤں کے لوگوں کو بھی ملامت کی۔ آخر سیسرا یاعیل کے خیمہ میں پہنچا۔ اور پانی مانگا۔ یاعیل اس کے لئے ایک قیمتی برتن میں دودھ لائی۔

پھر اُس کو اپنے خیمہ میں مدعو کیا سیسرا نے اس پر بھروسہ کیا اور اُسے دروازے کی دربانی کرنے کو کہا۔ مگر جب وہ سو گیا تو یاعیل نے اُس کو مار ڈالا۔ اور دبورہ کی برکت کو حاصل کیا۔ یاعیل کے بچاؤ میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس وقت ایک بڑی مشکل میں تھی۔ کیونکہ اگر وہ سیسرا کو جانے دیتی تو ممکن تھا کہ وہ ایک اور فوج لے کر بنی اسرائیل پر چڑھائی کرتا۔ علاوہ ازیں سیسرا ایک جلاوطن تھا۔ سو یاعیل نے اِس بات کو اپنا فرض نہ سمجھا کہ وہ اپنے عہد کو اس کے ساتھ پُورا کرے۔ اِس زمانے کے اخلاق کے لحاظ سے شاید اس کا یہ عمل جائز ہو سکتا ہے مگر اس زمانے میں بھی اخلاق اجازت نہ دیتا تھا کہ ایک مہمان کو مار ڈالا جائے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ سیسرا لڑائی میں مارا جاتا۔ یا اسیر کر لیا جاتا تو یہ بڑی خوشی کا مقام ہوتا۔ مگر اب چونکہ وہ ایک دلیر عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔ جو سیسرا کی خطاؤں سے بھڑک رہی تھی۔ اور جو خدا کے انصاف کا اظہار بنی۔ ہم سانس روک کر خاموش رہ جاتے ہیں تاہم اس پر الزام کون لگائیگا؟

دوسری طرف سیسرا کی ماں اعلےٰ خاندان کی عورتوں کے ساتھ گھر کے جھروکے میں بیٹھی اپنے بیٹے کی آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ اور وہ اِس خیال میں تھی کہ اس کا بیٹا لڑائی کی فتح کی عزت حاصل کر کے آئیگا۔ مگر یہ انتظار بے سُود تھا۔ کوئی فتح کے نعروں کی آواز نہیں آتی۔ سو وہ بیقرار ہو کر چلاتی ہے۔ "رتھوں کے پہیے کیوں سُست پڑ گئے"۔ ساتھ کی عورتیں کچھ جواب دیتی ہیں۔ مگر وہ اُن کے جواب کی پروا نہیں کرتی۔ کیونکہ وہ

اُنہیں الفاظ کو اپنے میں پھر دُہراتی ہے۔ لُوٹ کی لونڈیوں۔ مال اور زیوارات کی تصویر اس کے سامنے آتی ہے۔ اور وہ کہتی ہے کیا اُسے اُن کے جمع کرنے میں دیر ہو گئی ؟ وہ حیران ہے اور کچھ نہیں جانتی کس اعلےٰ لیاقت سے مصنف اپنے بیان کو یوں ختم کرتا ہے۔

فتح سے دبورہ کا یقین اور بھی زیادہ ہو گیا۔ سو وہ اپنے گیت کو یُوں ختم کرتی ہے۔" اے خدا تو اپنے سب دُشمنوں کو یُونہیں تباہ کر۔" وہ بنی اسرائیل کے دُشمنوں کو خدا کے دُشمن سمجھتی ہے۔ سو اُن کی فتح کو بھی خدا کی فتح قرار دیتی ہے۔ اسی لئے وہ اُن کو جو خدا کے وفادار خادم ثابت ہوئے۔ چڑھتے ہوئے سُورج کے ساتھ مقابلہ کر کے کہتی ہے! کہ اُن کو اپنے راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہوگی۔ یہ بات بھی غور کے لائق ہے کہ دبورہ اُن لوگوں کو وہ لوگ نہیں کہتی" جو خدا سے ڈرتے ہیں" بلکہ وہ "جو خدا سے محبت رکھتے ہیں"۔ کیونکہ خدا اُن سے محبّت رکھتا ہے۔ اور اس کی محبت میں ان کو اسیر کر کے اس کے نام لیوا بناتی ہے۔ اور وہ اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ محبت ہی ان کو مجبُور کرتی ہے کہ وہ اس کی دوستی اور حق کو قائم رکھنے کی خاطر لڑیں۔ واقعی یہ ایک ایسا اعلیٰ سبق تھا کہ دبورہ ہمارے لئے چھوڑ جاتی۔ کولرج دبورہ کی تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ کہ پُرانے عہدنامے کے بہادروں کا خود شناسی کو بُھول جانا۔ ذاتی فوائد کو ترک کرنا۔ بلکہ ان کا ہمہ تن الٰہی خدمت میں لگ جانا۔ ہمارے سامنے عاجزی خود انکاری

اور انکساری کی ایسی مثالیں پیدا کرتے ہیں۔ کہ ہمیں شرمندگی ہوتی ہے اور ہم خدا کی فرمانبرداری اور وفاداری پر مجبُور ہوتے ہیں۔

دبورہ کی اس فتح کے بعد چالیس برس تک امن رہا۔ مگر بنی اسرائیل پھر اپنی بُری راہوں میں گر گئے۔ اور خدا نے تنبیہ کے لئے سات سال تک اُن کو مدیانیوں کے ہاتھ میں دیدیا۔ یہ جنگی بدوئی بنی اسرائیل کی زرخیز سرزمین کو دیکھکر للچائے۔ اور مغربی کنعان پر پھر حملہ آور ہوئے اور غزہ تک بڑھ آئے۔ ان کے اس حملے سے بڑا نقصان ہُوا۔ کیونکہ ان کے بعد کئی ایک اور گروہوں نے بھی اس سرزمین کو پائمال کیا حتیٰ کہ بنی اسرائیل ان کا مقابلہ کرنے سے رہ گئے۔ سو گھر چھوڑ کر کھوؤں اور غاروں میں پناہ گزین ہوئے۔ یہ گروہ بار بار حملہ آور ہوئے اور آخرکار اس سرزمین میں اپنے مویشیوں اور خاندانوں سمیت مقیم ہو گئے۔ ٹڈیوں کی طرح وہ بڑی تعداد میں آئے اور ٹڈیوں ہی کی طرح اُنہوں نے مُلک کو بالکل تباہ کر دیا۔ بنی اسرائیل کے پاس اب نہ مویشیوں کے لئے اور نہ اپنے لئے کوئی چیز باقی بچی۔ ان حملوں نے ان کی صنعت وحرفت اور محنت کی پیداوار کو بالکل تاخت وتاراج کر دیا۔ اُن کی حالت اُس وقت بہت بُری تھی۔ وہ برداشت سے باہر تھی۔ سو بنی اسرائیل پھر خدا کے سامنے چلائے۔ کیونکہ اُن کا ایمان بالکل جاتا نہ رہا تھا۔ بلکہ یہ ایمان اُن کی زندگیوں میں ایسا رچ گیا تھا۔ کہ گو بار بار مخفی ہو جاتا تاہم پھر موقع بہ موقع از سرِ نو تازہ ہو جانے کی طاقت زائل نہ ہو جاتی۔ گو اُن کا

ایمان کامل تو نہ تھا۔ توبھی کم از کم یہ اُن کو طاقت کے سرچشمہ کی طرف پھر پھیر دیتا تھا۔ اُن کی دُعا سُنی گئی۔ اور خداوند نے اُن کی رہنمائی کے لئے ایک نبی کو بھیجا۔ (۶/۸) نبی نے اُن کو یاد دلایا کہ خدا اُن کو زمین مصر سے نکال کر کس طرح عہد کی سرزمین میں لایا۔ اور کہ اُس نے کس طرح اُن کو جتایا تھا کہ اموریوں کے معبودوں سے بالکل نہ ڈریں۔ سو اب لازم تھا۔ کہ وہ اِس یہوواہ کے وفادار رہتے۔ مگر افسوس کہ وہ اس خدا کو بھول گئے۔ اور اُس کی آواز کے سُننے والے نہ رہے۔ اس کے پیغام کا مقصد یہ تھا کہ وہ اُن کو بتائے کہ رہائی پانے کے لئے چاہیئے کہ وہ توبہ کریں۔ نبی اپنا کلام ختم کر کے چلا گیا۔ توبہ کا سلسلہ شروع ہو گیا گو ان کی توبہ کامل تو نہ تھی تاہم اِس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے پچھلے گُناہوں کو مانتے تھے۔ سو رہائی دینے والا بھیجا گیا۔

جدعُون

جب مدیانیوں نے سرزمین کنعان پر حملہ کر کے اُس کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ تو افرائیم اور منسی کے فرقوں کا سب سے زیادہ نقصان ہُوا۔ جب کبھی دُشمن اسدرالن کے میدان پر جمع ہوتے۔ تو اُن کا معائنہ منسی کے پہاڑوں سے ہی اچھی طرح ہو سکتا تھا۔ سو جدعون مدیانیوں پر پڑنے کے لئے انہیں پہاڑوں سے اُٹھایا گیا۔ صدیوں بعد بھی جب بنی اسرائیل خطرے میں ہوئے تو کنعان کی پناہ اور محافظت پھر اسی منسی فرقہ کے

سپرد ہوئی۔ کیونکہ ان کو ہی دروں کا محافظ بنایا گیا تھا۔ اور یہ درے ایسے تنگ تھے کہ کسی دُشمن کی روک آسانی سے ہو سکتی تھی۔

اِس دفعہ ان کا رہائی دینے والا یوآس کا بیٹا جدعون تھا۔ وہ عفرہ کا رہنے والا اور منسی کے فرقے میں سے ابیعزر کے گروہ کا تھا۔ یوآس کے تمام بیٹے لڑائیوں میں مارے جا چُکے تھے اور صرف جدعون ہی بچا ہُوا تھا۔ اور لکھا ہے کہ یوآس کے سب بیٹوں کے چہرے بادشاہزادوں جیسے تھے۔ سو جدعون کو خدا نے چُنا کہ وہ مُلک کی سپاہ کو جمع کرے۔ جدعون کا نعرہ پہلے بہادروں کے نعروں سے بالکل مختلف تھا۔ غتنی ایل کی بابت کہا گیا تھا کہ خدا کی رُوح اُس پر تھی۔ آہو کی بابت کہ خدا نے اُس کو رہائی دینے کے لئے بھیجا۔ اور برق کی بابت کہ وہ بنیہ کے وسیلے بلایا گیا۔ مگر جدعون کا تقرر ان سب سے اعلےٰ پیمانے پر ہُوا۔ خدا کے فرشتے نے جسمانی شکل اختیار کی۔ اور اس کے روبرو معجزے دکھانے کو اُتر آیا۔ یہ سب کچھ جدعون کے ایمان کی اُستواری کے لئے ہُوا۔ سو اس طرح جدعون کو یقین دلایا گیا کہ اس کے بھیجنے والا خدا تھا۔ اور وہی اُس کو الٰہی جوش بخشیگا۔ تاکہ سب کام راستی سے انجام دے سکے۔

ایک روز وہ لٹھ سے اندر گندم کُوٹ رہا تھا۔ کیونکہ مدیانیوں کے لُٹیروں سے ڈرتا تھا۔ اِس سے کہ وہ ایک لٹھ یا مستول سے مسل رہا تھا صاف ظاہر ہے کہ گندم کوئی بڑی مقدار میں نہ تھی۔ خدا کا فرشتہ مسافر کے بھیس میں سونٹا لئے ایک درخت کے تلے آ کھڑا ہُوا۔ اور پھر جدعون

Scanned with CamScanner

پاس جا کر کہا۔ کہ اے بہادر جوان خدا تیرے ساتھ ہے۔ جدعون جو کام کر رہا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ بڑا قوی اور مضبوط تھا۔ جدعون سُنکر حیران ہؤا۔ اور سوچنے لگا کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ یہ تو وہ ضرور جانتا تھا کہ خدا بنی اسرائیل کو مصریوں کے ہاتھ سے نکال لایا۔ اور یہ اس بات کا ثبوت تھا کہ خدا بنی اسرائیل کی پرواہ کرتا تھا۔ مگر وہ خدا اب کہاں تھا؟ کیونکہ مدیانیوں نے بنی اسرائیل کو دبا رکھا تھا۔ سو اُس کو یقین ہو گیا تھا کہ خدا نے بنی اسرائیل کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر خدا نے اس سے کہا "اپنی قوت میں جا اور بنی اسرائیل کو مدیانیوں سے چھڑا۔ میں تجھے بھیجتا ہوں"۔ یہ سُنتے ہی جدعون کا خوف جاتا رہا اور اس کا ایمان مضبوط ہو گیا۔ اور وہ اِس خدمت کے لئے تیار ہو گیا۔

جدعون کو جب معلوم ہؤا کہ یہ مسافر کون ہے تو اسے "اے خداوند" کہکر مخاطب کرنے لگا۔ تاہم اس کا پُورا پتہ اسے دیر تک نہ لگا (آیت ۳۶) جدعون کو اب بھی شک تھا۔ وہ اپنی لیاقت کو اتنا نہ سمجھا کہ وہ اس بڑے کام کو سر انجام دے سکے۔ کیونکہ وہ غریب شخص کا لڑکا تھا۔ اور سب میں چھوٹا۔ سو وہ نہ سمجھا کہ وہ اس بڑی مہم میں سب کا رہنما کس طرح ہو سکتا تھا۔ عام طور پر بڑے آدمیوں کی زندگیوں کا اگر ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ اکثر اوقات ان کی کامیابی اس انکساری پر مبنی ہوتی ہے۔ جب جدعون نے اپنے کو کمزور گردانا تو اسے جواب ملا کہ "میں تیرے ساتھ ہونگا اور تو مدیانیوں کو ماریگا جیسا کوئی ایک آدمی کو مارتا ہے"۔

جدعون نے فرشتے کے لئے کھانا تیار کروایا اور وہ اس کھانے کو معجزانہ طور پر بھسم کر گیا۔ سو یہ کھانا ایک قربانی ٹھیرا۔ جدعون گھبرایا کیونکہ وہ مَوت سے ڈرتا تھا۔ مگر خداوند مہربان تھا سو اس نے تسلی کا پیغام دیا اور کہا۔ "تجھ پر سلامتی ہو ڈر نہیں"۔ جدعون نے وہیں ایک مذبح کھڑا کیا اور اُس کا نام یہوواسیلوم رکھا جس کے معنی یہ ہیں کہ خدا سلامتی ہے۔ پھر اُس نے بعل کے مذبح کو ڈھا دیا۔ اور اُس پر کا گھنا باغ کاٹ ڈالا (پُرانی جلدوں میں اشرہ کے معنی درختوں کا باغ بتائے گئے ہیں۔ مگر اب معلوم ہؤا کہ یہ یا تو کوئی درخت تھا یا درخت سا کوئی کھمبا (استثنا ۱۶: ۲۱)۔ یہ کام بھی بڑے حوصلے کا تھا۔ کہ اس نے اپنے خاندان اور گروہ کے بُتوں کو توڑ ڈالا۔ سو اُس نے یہ کام رات کو کیا تاکہ کوئی اُس کو روکنے والا نہ ہو۔ اور جب اِس شہر کے لوگ صبح اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بعل کا مذبح ڈھایا ہؤا ہے اور اُس پر کا گھنا باغ کاٹ ڈالا گیا ہے۔ اُن کا غضب بھڑکا۔ اور جب اُنہیں معلوم ہو گیا کہ یہ کام جدعون نے کیا ہے۔ کیونکہ جدعون نے اِس راز کو چھپانے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔ تو اُنہوں نے اِس کے باپ سے کہا۔ کہ اپنے بیٹے کو نکال لا۔ تاکہ وہ قتل کیا جاوے۔ اُس کے باپ نے جواب دیا "کیا تم بعل کے واسطے جھگڑا کیا چاہتے ہو اور اُسے بچایا چاہتے ہو؟ اگر وہ خدا ہے تو وہ آپ ہی اپنا انصاف کر لیگا"۔ اِس طرح سے اِس بات کا خاتمہ ہؤا۔ سو یوآس نے اپنے بیٹے جدعون کو یربعل (بعل آپ اُس سے جھگڑے) کا خطاب دیا۔ لوگ ایک

معمولی بات سُنکر خاموش ہو گئے۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ بعل نے اب تک اُن پر قابُو نہ پایا تھا۔

اس وقت مدیانیوں۔ عمالیقیوں نے اور دوسرے مشرقی فرقوں نے سرزمین پر حملہ کیا۔ جدعون نے بھی وقت کے موافق حوصلہ دکھایا۔ کیونکہ خدا کی رُوح اُس پر تھی (لغوی معنی۔ لباس کی مانند ڈھانپ گئی) یُوں طاقت پاکر وہ مقابلے کو اُٹھا۔ اِس کے اپنے گروہ نے اس کی آواز کو سُنا۔ ہاں گِرد و نواح کے فرقے بھی اس کے جھنڈے تلے فراہم ہوئے۔ بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا تھا کہ خدا فطرت سے بھی کام لیتا ہے۔ اور یہی ایمان جدعون کا بھی تھا۔ جو نشان اُس نے طلب کئے وہ زمانہ کے لحاظ سے راست تھے۔ سو وہ نشان اُس کو فوراً دکھائے گئے۔ اور اس کا یقین اَور بھی پُختہ ہو گیا۔ اُس نے ایک پشم کا ٹکڑہ یا اُون کا کترن کھلیان میں رکھدیا۔ اور صبح کو اُسے تر پایا جس حال کہ آس پاس کی زمین سب سُوکھی تھی۔ پھر دوبارہ رکھنے پر اُس نے اُسے خشک اور اردگرد کی زمین کو تر پایا۔ اب جدعون اور اُس کے ہمراہیوں کا ایمان اَور بھی زیادہ ہو گیا مگر چونکہ یہ لشکر ابھی فراہم کیا گیا تھا۔ سو اس میں کئی ایک ایسے تھے جو بڑے بُزدل اور نیم جان تھے۔ سو جدعون نے اُن کو لوٹ جانے کا حکم کیا۔ اور جو باقی بچے وہ صرف دس ہزار تھے۔ مگر یہ بھی زیادہ تھے۔ اب ایک عجیب طریق سے اُن کی آزمائش کی گئی۔ جنہوں نے گھٹنوں پر جُھک کر پانی پیا۔ اُن کو بھی رد کر دیا گیا۔ اور

صرف اُن تین سو جوانوں کو چُن لیا گیا۔ جنہوں نے چلو بھر کر پانی پیا۔ یہ طریق کچھ بے قاعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اور اِس کے کئی ایک بیان دِیئے گئے ہیں مگر سب سے موزوں یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ مرد رکھے گئے جنہوں نے ہوشیاری اور چُستیٔ دماغ کا ثبوت دیا۔ دراصل یہ اُن کے دماغی انداز کی آزمائش تھی۔ کیونکہ جنگ خواہ جسمانی ہو اور اخلاقی دونو میں دماغی انداز طاقت یا پُھرتی کی نسبت زیادہ اُستوار ثابت ہؤا ہے۔

اگر اِن تین سَو کے پانی پینے کے طریق کے کچھ معنی نکل سکتے ہیں تو اُن کو کُتّوں سے مقابلہ کرنے سے نکلینگے۔ (آیت ۵)۔ گویا یہ تُند وحشی لوگ تھے۔ سو یہ تین سو جوان باقی بچے اور باقی سب واپس ہو گئے۔ جدعون رات کی تاریکی میں مدیانیوں کے خیمہ تک پہنچا۔ اور یہ سُنکر بڑا خوش ہؤا کہ ایک مدیانی نے خواب دیکھا کہ جَو کی روٹی کا ایک گروہ مدیانی لشکر میں گِرتا ہؤا آیا۔ اور ایک خیمہ پر لگ کر اُس کو ایسا مارا کہ وہ گِر گیا اور اُلٹا دیا۔ خیمہ سے مراد وہ خانہ بدوش فرقے تھے۔ اور جَو کی روٹی سے مراد بنی اسرائیل تھے۔ سو جدعُون جلد پھرا اور اپنے مردوں کو جگا کر کہا۔ کہ "اُٹھو کہ خدا نے مدیانیوں کے لشکر کو تمہارے قبضے میں کر دیا۔" (۷ ؍ ۱۵) اور ایک اعلیٰ حکمت سے دُشمن کو شکست دی۔ (۷ ؍ ۲۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ پھر گئے تھے اُن میں سے بھی بعض واپس آکر مدیانیوں کے تعقب کرنے میں شریک ہوئے۔

فتح کے بعد جدعون نے افرائیمیوں کو بُلا کر آبشاروں پر قبضہ کرنے کا حکم دیا۔ افرائیمیوں نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی عوریب اور زیب دو سرداروں کو پکڑ کر قتل کیا۔ مگر چونکہ افرائیمیوں کو لڑائی میں حِصّہ لینے کے لئے بُلایا نہ گیا تھا سو کسی قسم کی لُوٹ کا مال اُن کے ہاتھ نہ لگا۔ وہ اِس بات سے بڑے ناراض ہوئے۔ وہ "جدعون کے ساتھ بشدّت جھگڑے" (۸/۱)۔ جدعُون نے بڑا اچھا جواب دیا۔ ہو سکتا تھا۔ کہ سخت جواب اُن کے غُصّے کو اَور بھی بھڑکا دیتا۔ اور جدعون مدیانیوں کا تعاقب دُور تک نہ کر سکتا۔ اس نے جواب میں کہا۔ کہ میرا چھوٹا سا فرقہ کیا ہے۔ اور اُن کا کام تمہارے مقابلے میں کیا ہو سکتا تھا۔ یہ عزّت تم کو ہی حاصل ہوئی ہے۔ کہ مدیانیوں کے دو بڑے سردار تمہارے ہاتھوں قتل کئے گئے۔ اِس سے اُن کا غُصّہ دھیما پڑ گیا۔ کیونکہ وہ سمجھے کہ بڑا کام اُنہوں نے کیا۔ یعنی کہ ابیعذر کے فرقے نے تو صرف شکار کو نکالا ہی مگر اس شکار کے قابُو کرنے والے وہ خود ٹھیرے۔

اصل بہادر فروتن ہوتا ہے۔ اور کم از کم اس وقت نرم جواب اُن کے غصہ کو ٹال گیا۔ جدعُون اور اس کے مرد "گو تھکے ہوئے تھے پھر بھی رگیدتے رہے" اور رگیدتے رگیدتے سکات کے علاقہ میں پہنچے۔ وہاں کے لوگوں سے اُنہوں نے کچھ کھانے کو مانگا۔ سکات کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم کچھ نہیں دینگے۔ کیونکہ ابھی تک مدیانیوں کے بادشاہ

پکڑے نہیں گئے ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ فتح کس کی ہوگی۔ سو جدعون نے واپسی پر سکات کے لوگوں کو واجبی سزا دی۔ اور زبح اور ضلمنع دو بادشاہوں کے قتل کا حکم دیا۔ کیونکہ اُنہوں نے جدعون کے بھائیوں کے مارنے میں حِصّہ لیا تھا۔ اُنہوں نے درخواست کی کہ اُن کو جنگجو بہادروں کی موت نصیب ہو۔ سو جدعون نے اپنے ہاتھ سے اُنہیں قتل کیا۔ اور اس کی شہرت دُور تک پھیل گئی۔

لوگوں نے جب دیکھا کہ قاضیوں کی دَورِ حکومت سے اُنہیں کسی قسم کا دائمی امن حاصل نہ ہُوا تھا۔ اور کہ جدعون نے اُن کو اُن کے دُشمنوں سے رہائی دی۔ تو اُنہوں نے جدعون سے درخواست کی کہ وہ اُن پر حکومت کرے۔ اور اُن کا محافظ ہو۔ سو یوں بادشاہت کا خیال بنی اسرائیل میں پیدا ہو گیا۔ اُن کی خواہش ہوئی کہ نسلی حکومت کے زیر سایہ رہیں تاکہ فرقوں میں اِتحاد ہو اور اِس طرح وہ اپنے مال و جان کی زیادہ حفاظت کر سکیں۔

جدعون نے ثابت کر دیا تھا کہ وہ لوگوں کی رہنمائی کر سکتا تھا۔ اور اب درخواست بڑی دل لبھانے والی تھی۔ مگر جدعون نے جواب دیا کہ "نہ مَیں تم پر حکومت کرونگا اور نہ میرا بیٹا تم پر حکومت کریگا"۔ اِن الفاظ نے اس کے بہادری کے کاموں کو تاجور کر دیا۔ اور یہ کافی تھا۔ مگر جدعون افرائیمیوں اور باغی سکاتیوں سے ڈرتا تھا کہ کہیں خانہ جنگی نہ شروع کر دیں۔ اور وہ سموئیل کی طرح یہ بھی مانتا تھا کہ الٰہی راج

میں کسی بادشاہ کے ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور یہ بات راستی کے احساس کا نتیجہ تھی مگر بنی اسرائیل کے سردار اپنی کیوں کو نہ سمجھتے تھے اگر رُوحانی یا سیاسی پہلو سے بھی توجہ کی جائے تو معلوم ہو جائیگا کہ ابھی بادشاہت کا موقع نہ آیا تھا۔ ابھی ضرورت تھی کہ خدا راہ راست اپنی حضوری کو اُن پر ظاہر کرتا رہے۔ سو جدعون کا خیال دوسری طرف پھرا۔ اُس کی خواہش ہوئی کہ وہ کاہن بن جائے تاکہ وہ الٰہی کلام کو جس کے سُننے کی اور کسی کو لیاقت نہ تھی سُن سکے۔ سو اُس نے اپنے لوگوں سے لُوٹ کے مال میں سے سونے کے کرن پھُول مانگے۔ اور اُن سے ایک افود بنایا۔ اور اس بُت کو اُس نے عفرہ میں رکھا۔ کیونکہ عفرہ کو اُس نے مذہبی اور سیاسی دار الخلافہ قرار دیا تھا۔ یہ بات تو راست اور ماننے کے لائق تھی کہ مذہب اتحاد کا سرچشمہ ہو سکتا تھا۔ مگر جدعون نے ایک علیحدہ مذبح کھڑا کرنے میں غلطی کی۔ کیونکہ لوگ پھر بُت پرست ہو گئے۔ اور یہ بُت اُس کے اپنے گھرانے کے لئے بھی پھندا ثابت ہُوا۔ اُن کو کسی قسم کا بُت بنانے کی اجازت نہ تھی (خروج ۲۰ : ۴)۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس امن میں یا تو وہ اِس حکم کو بھُول گئے یا اس سے لاپروا ہو گئے۔ نبیوں نے بعد ازاں بھی اس عمل کو بُرا ٹھیرایا ہے۔ مگر جدعون کے زمانہ میں یہی ایک ذریعہ سمجھا جاتا تھا جس سے کوئی اتحاد قائم رکھ سکتا تھا۔ جدعون کا مذہب بدعتوں میں تبدیل ہو گیا۔ اور بنی اسرائیل کی اخلاقی طاقت کمزور ہو گئی۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ جدعون ہمارے

لئے نہ صرف ایک مضبوط ایمان کی ہی مثال ہے۔ بلکہ اس بات کی آگاہی کی بھی کہ ہم کوئی تدبیر اپنی سمجھ کے مطابق اختیار نہ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہی تدبیر جس سے وہ اس بڑی فتح کی یادگار کرنا چاہتا تھا۔ بنی اسرائیل کی گمراہی کا باعث ہوئی۔ یہی حال اُن سب تدابیر کا ہوتا ہے۔ جو خدا کی مرضی کے مطابق نہ ہوں۔ خواہ وہ کتنے ہی اعلیٰ ارادے اور سمجھ پر مبنی کیوں نہ ہوں۔ جدعون نے چاہا کہ وہ جلد خدا کو بنی اسرائیل پر ظاہر کر دے۔ مگر یہی عمل بنی اسرائیل کی رکاوٹ کا باعث ہُوا سو جدعون بوڑھا ہو کر مر گیا۔ اور پھر (قاضیوں ۸ : ۳۲-۳۵) بنی اسرائیل خدا کے بڑے کاموں کو بھُول گئے۔ اور بعل بریت کو اپنا معبود بنایا۔ یہ بعل بریت وہ عہد کا بعل سمجھا جاتا تھا جو اس میں اور اس کے پرستاروں میں میل کراتا تھا۔

ابیملک

اس کے بعد مصنف بنی اسرائیلوں اور کنعانیوں کے آپس کے تعلق کو بیان کرتا ہے۔ کیونکہ ابھی بنی اسرائیل کو فتح کلی نہ ہوئی تھی۔ اور سکم جیسی جگہوں پر اب بھی کنعانیوں کا زور تھا۔ گو جدعون نے بادشاہ ہونے سے انکار کر دیا۔ تاہم یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ ایک بادشاہی حکومت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ قوم دُنیاوی حاکم کے بغیر ہمیشہ تک قائم نہ رہ سکتی تھی۔ سو لازم تھا کہ وہ اپنی قوم میں سے سب سے طاقتور

مرد کو اپنا بادشاہ چُن لیتے۔ اور خدا سے دوسرے درجہ پر اُس کے
مطیع ہوتے۔ ایک لاپرواسیاح بنام ابیملک نے اِن کے اس احساس
کا فائدہ اُٹھایا۔ اس کی ماں سکم کی رہنے والی اور جدعون کی لونڈیوں
میں سے تھی۔ جدعون نے اِس سے عارضی نکاح کیا تھا۔ سو وہ اپنے
گھر اور فرقہ میں سکونت رکھتی رہی۔ شیعہ فرقہ کے مسلمان متعہ یا عارضی
شادی میں اس عربی رسم کو رائج رکھتے ہیں۔ مگر اہل سُنت اِس قسم کے
نکاح کو جائز نہیں سمجھتے۔ ابیملک نے اپنی تجاویز سکم کے لوگوں کے
سامنے پیش کیں۔ اور اُنہوں نے شاید عفرہ کے خلاف حسد کے باعث
یا اپنا اقتدار بڑھانے کی خاطر ان تجاویز کو مان لیا۔ دیکھنا یہ تھا کہ آیا وہ
جدعون کے بہتر بیٹوں کا اختیار ماننے کو تیار تھے یا ایک حاکم چاہتے تھے۔
اور اگر وہ دوسری بات مانگتے تھے تو ابیملک کا حق زیادہ تھا۔ کیونکہ
وہ اُن میں سے ایک تھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ جدعون کے بیٹے
کسی قسم کا اختیار قائم کرنا چاہتے ہی نہ ہوں تاہم اپنا اختیار قائم کرنے
کے لئے ابیملک کو ایک اچھا بہانہ مل گیا تھا۔ ابیملک نے اپنی ماں کے
رشتہ داروں کی معرفت سکم کے لوگوں سے رابطہ قائم کیا۔ اور چونکہ
سکم کے لوگ عفرہ کے لوگوں سے آگے ہی تنگ تھے سو اُنہوں نے
ابیملک کی باتوں کو مان لیا۔ اُنہوں نے مندروں سے روپیہ جمع کر کے
ابیملک کے حوالے کیا۔ اور اس نے اس روپیہ سے وحشیوں کا ایک
گروہ قائم کیا۔ اور یوتام کے سوائے سب بھائیوں کو قتل کروا دیا۔ سو سکم

کے لوگوں نے اُسے اپنا بادشاہ گردان لیا۔ جب یوتام نے یہ سُنا تو وہ کوہ
جیریزیم پر چڑھ گیا۔ اور لوگوں کو اپنی تمثیل کہہ سُنائی۔ اور کسی بادشاہ یا
بادشاہت کے خیال کی تحقیر ظاہر کی۔ وہ اس تمثیل میں اپنے والد اور
بھائیوں کو ایسے زیتون۔ انجیر اور انگور کے پھلدار درخت تصور کرتا ہے۔
جنہوں نے درختوں کا بادشاہ ہونے سے انکار کیا۔ تب وہ بتاتا ہے۔
کہ سب درختوں نے اونٹ کٹارے سے درخواست کی کہ وہ ان کا بادشاہ
ہو۔ اور وہ راضی ہو گیا۔ اور اُس نے سب درختوں کو اپنے سایہ تلے
محفوظ رکھنے کا وعدہ کیا۔ اور یہ ایک ناممکن بات تھی۔ بعد ازاں یوتام نے
لوگوں کو وہ سب باتیں یاد دلائیں جو اُس کے باپ نے اُن کے واسطے
کی تھیں۔ اُن کی ناشکرگذاری کے لئے اُن کو ملامت کی اور آنے والے
غضب سے بچنے کے لئے کہا۔ اور وہ یہ سب باتیں کہکر بھاگ گیا۔ اہل
سکم جلد اپنے بادشاہ سے تنگ آ گئے۔ کیونکہ اس نے بھی سکم کو اپنا
دارالحکومت نہ بنایا بلکہ سکم کو ایک اور حاکم کے سپرد کر دیا۔ سو خدا نے
ابیملک اور سکم کے لوگوں میں ایک بُری رُوح بھیجی۔ دوسرے الفاظ
میں ایک دیوانگی کی روح۔ جس نے انہیں اس ہلاکت کی سزا کو پہنچایا۔
جس کا خدا نے ارادہ کیا تھا۔ جن اسباب کو ہم آج کل وسائل قرار دیتے
ہیں۔ وہی پُرانے ایام میں خدا کی راہِ راست مداخلت گنے جاتے تھے۔
اس کے بعد سکم میں بلوا ہؤا۔ اور اس بلوے کو بڑی بے رحمی سے فرو
کیا گیا۔ شہر تباہ کر دیا گیا اور مُلک پر نمک بکھرایا گیا۔ اور حملے ہوئے

اور تبیض کے قلعہ میں ابیملک مارا گیا۔ ایک عورت نے قلعہ کی دیوار سے ایک بڑا پتھر ابیملک کے سر پر ڈھلکا دیا۔ تب ابیملک زخمی ہو کر گرا اور اس نے اپنے سپہ سالار کو بُلا کر کہا۔ کہ اپنی تلوار کھینچ اور مجھے مار تا کہ میرے حق میں یہ نہ کہیں کہ وہ ایک عورت کے ہاتھ سے مارا گیا۔ سلح بردار نے ایسا ہی کیا۔ سو یوں عبرانیوں کی پہلی سلطنت کا خاتمہ ہُوا۔ ابھی تک سلطنت کی برقراری کا وقت نہ آیا تھا۔ اس بیان سے ہمیں یہ سبق مِلتا ہے۔ کہ خدا نے ابیملک کی تمام شرارت کو اس پر پھیرا۔ کیونکہ اُس نے اپنے تمام بھائیوں کو مروا ڈالا تھا۔ اور سکم کے لوگوں کی تمام بدکاری کو اُنہیں کے سر پر ڈالا۔ اور یہ ثابت کر دکھایا کہ یوں سلطنت قائم نہیں کی جاسکتی۔ تقدیر کے کھیت میں جو بویا جاتا ہے سو ہی کاٹا جاسکتا ہے۔

اِفتاح

اب تولع اور یائیر کے بیان کو چھوڑ کر کیونکہ یہ کوئی بڑے مشہور اشخاص نہیں ہوئے ہیں۔ ہم اِفتاح کے بیان کو دیکھیں (۱۰/۹-۱۹) اس کا دیباچہ دیا گیا ہے۔ مدیانی اور عمالیقی جدعون کی فتوحات سے کمزور ہو چکے تھے۔ سو اب عمونیوں نے زور پکڑا اور تاک میں تھے کہ موقع ملے تو بنی اسرائیل کی سرحدوں پر ٹوٹ پڑیں۔ چالیس سالہ امن کے بعد ایسا ہی ہُوا۔ بنی اسرائیل بُت پرستی میں پڑ گئے۔ اور اُن کی گمراہی کا نتیجہ ظلم اور جبر ہُوا۔ کیونکہ خدا کا غضب اُن پر بھڑکا۔ سو اس نے

اُن کو پہلے عمونیوں اور پھر فلسطیوں کے ہاتھ بیچ دیا۔ عمونیوں نے جلعاد کی زرخیز زمین کو تاخت و تاراج کر دیا۔ اور یردن پار جا کر یہودا ابنیامین اور افرائیم کے فرقوں سے بھی لڑائی کی۔ شمالی لڑائیوں میں ان فرقوں نے کوئی حِصّہ نہ لیا تھا۔

اور اُنہوں نے دبورہ اور برق کی مدد کو کسی قسم کی فوج نہ بھیجی تھی۔ وہ بڑے چین سے اپنے اپنے علاقوں میں محفوظ بیٹھے رہے تھے۔ سو اب وہ وقت آ گیا۔ کہ وہ جانیں کہ خودغرضی کی علیحدگی کی سزا کیسی بھاری ہوتی ہے۔ اور عمونیوں نے یہ اُن کو جتا دیا۔ وہ مان گئے کہ دُشمن کے حملوں میں بھائیوں کی مدد کرنا لازمی ہے۔ اپنی سختی کے دنوں میں بنی اسرائیل نے اپنی اس بدکاری کا اقرار کیا جس کے باعث وہ خدا کو چھوڑ کر بعلیم کے پیرو ہو گئے تھے۔ اُن کی توبہ سچّی تھی کیونکہ اُنہوں نے اپنے بُتوں کو اپنے بیچ سے نکال پھینکا (۱۰/۱۶)۔ خدا نے اُن کو یاد دلایا کہ وہ کس طرح اُن کو اُن کے دُشمنوں سے نکال کر لایا تھا۔ تاہم وہ اِس سے پھر گئے۔ اور دوسرے معبودوں کے پیرو ہوئے۔ اور اُس نے اب اُن کی مدد کرنے سے اِنکار کیا۔ اور کہا کہ وہ رہائی کے لئے بھی اپنے معبودوں سے درخواست کریں (۱۰/۱۰-۱۶)۔ اُن کو سخت ملامت ہوئی اور وہ ایسی ہی ملامت کے لائق تھے۔ اُس وقت ہم کو یرمیاہ کے پُرسوز الفاظ یاد آتے ہیں۔" تو نے مجھے ترک کیا۔ خداوند کہتا ہے۔ تو پیچھے پھر گئی۔ اِس لئے مَیں تجھ پر اپنا ہاتھ بڑھاؤنگا۔ اور تجھے برباد کرونگا۔ پچھتاتے پچھتاتے

میں تھک گیا"۔ (یرمیاہ ۱۵/۶)۔ پھر وہ اپنے قصور کو ماننے اور ہر قسم کی سزا اُٹھانے کے لئے تیار ہوئے۔ اور اُنہوں نے اپنی توبہ کی حقیقت بتانے کے لئے اپنے معبودوں کو توڑا۔ اور اُس خدا کی طرف متوجہ ہوئے جس کی "روح بنی اسرائیل کے باعث غمگین (لغوی معنوں میں۔ کوتاہ) ہوئی تھی"۔ وہ اُن کی تکلیفوں کو اب نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے صبر کی حد ختم ہو گئی تھی۔ اور وہ واقعی "بنی اسرائیل کی پریشانی سے غمگین ہُوا" (آیت ۱۶)۔ خدا کی محبت ہمارے انسانی خیال کی مانند محدود نہیں۔ بدی اور معافی ہی خدا اور بنی اسرائیل کے تعلقات کی تواریخ کا اعلیٰ جُزو ہیں۔ رہائی دہندہ جلد آنے کو تھا۔ افتاح جلعادی قحبہ کے پیٹ سے ہونے کے باعث ستایا گیا۔ اور جب وہ بڑا ہُوا تو گھر والوں نے اُس کو نکال دیا۔ اور وہ بھاگ کر طوب کی سرزمین میں جا رہا۔ اور اس کے ہمراہ کچھ بانکے اور بے لحاظ لوگ بھی گئے۔ جیسے کہ ابیملک کے ہمراہ (۹/۴) اور یربعام (۲ سموایل ۱۳/۷) کے ہمراہ بھی گئے تھے۔ یا ہو سکتا ہے کہ یہ ہمراہی ایسے ہی مصیبت زدہ ہوں۔ جیسے کہ داؤد پاس بھاگ کر گئے تھے (اسموایل ۲۲/۲)۔ داؤد کی مانند افتاح جلعادی بھی ایک جلاوطن تھا۔ سو وہ اور اُس کے ساتھی لٹیرے بن گئے۔ ہم کو افتاح کی بابت اور بھی زیادہ معلوم ہو جاتا ہے۔ جب ہم اس بات کا خیال کرتے ہیں۔ کہ وہ یہودا اور افرائیم کے شہروں سے نہیں بلکہ مشرقی فرقوں کے نیم تہذیبی علاقوں سے اُٹھایا گیا تھا۔ جب ہم اس کے لٹیرے پن اور اس بدلے پر جو اس نے افرائیمیوں سے لیا غور

کرتے ہیں۔ تو اُس کی روش ایک بدوی سردار کی سی معلوم ہوتی ہے۔ اس قسم کی زندگی نے اس میں دلیری اور فرمانبرداری کی لیاقت پیدا کر دی تھی۔ پہلے پہل اُس نے بنی اسرائیل کے دُشمنوں کے خلاف یورشیں کیں۔ اور شاید بنی اسرائیل نے اس میں جسمانی طاقت کے علاوہ اور صفات بھی پائیں۔ جن کے باعث اُنہوں نے اُس کو اپنا سردار قبول کر لیا۔ یقیناً اس کا چال چلن بھی بہتر ہوگا۔

جب لوگ اور اس کے بھائی اس پاس آئے تو افتاح نے اُن کو یاد دلایا کہ کس طرح اُنہوں نے اُسے اپنے گھر سے خارج کر دیا تھا۔ مگر اُنہوں نے جواب دیا۔ کہ اب ان کے وہ خیالات نہ رہے تھے۔ سو اُنہوں نے اُسی سے درخواست کی کہ اگر وہ رضامند ہو تو وہ اُس کو جلعادیوں کا سردار قرار دیں اور اس بات کے لئے اُنہوں نے خدا کو گواہ ٹھیرایا۔ افتاح کو تسلی ہوئی۔ اور وہ اب ایک جلاوطن ہونے کی حیثیت میں نہیں بلکہ لوگوں کا سردار ہو کر مصفاہ میں داخل ہُوا۔ اور وہاں ایک پتھر کے ڈھیر کے پاس گیا۔ جو کسی پُرانے عہد کی یاد تھا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں لابن نے یعقوب کو فدان آرام سے فراری کے وقت آپکڑا تھا۔ اور اِس سے عہد کیا تھا۔ (پیدائش ۳۱/۴۴ء۴۵)۔ اس جگہ پر افتاح نے "خدا سے اپنی سب باتیں کہیں"۔ ہم نہیں جانتے کہ اُس نے کیا کچھ کہا۔ مگر ہم یہ تو ضرور کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس نے اس مُشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے مدد اور رہنمائی کی درخواست کی ہوگی اور اپنے دل کے حال

کو کھول کر بیان کیا ہوگا۔ یہ اُس مہم کا ایک اچھا آغاز تھا۔ اِفتاح اس ڈھیر پر کھڑا ہُوا۔ اور بُلند آواز سے پُکار کر کہنے لگا۔ کہ ہماری قوم کی اور ہمارے پاک ایمان کی بہت سی پُرانی حدیثیں موجود ہیں۔ سو چاہیئے کہ ہم اُن پر کاربند ہوں۔ کیونکہ خدا ہمارا گواہ ہے اور اِسی کے وسیلے ہم قائم رہ سکتے ہیں۔ اور وہ چاہتا ہے کہ خُون بہائے بغیر بنی اسرائیل کو رہائی دے۔

وہ پھر عمونیوں کی غلط فہمی کو دُور کرتا ہے۔ اور اُن کو امن و امان سے اُسی سرزمین میں رہنے کے لئے جو اُن کو اُن کے معبُود کموش نے دی تھی۔ کہتا ہے اور یاد دلاتا ہے۔ کہ بلق موابیوں سمیت بنی اسرائیل پر غالب نہ آیا تھا۔ افتاح کی یہ شرائط فیاضانہ تھیں۔ کیونکہ بہت سا علاقہ ایسا تھا جہاں بنی عمون بغیر کسی مداخلت کے رہ سکتے تھے۔ یہ ممکن تھا کہ وہ موابیوں اور مدیانیوں سے بلکر بنی اسرائیل پر حملہ آور ہوتے سو افتاح نے صلح کی خاطر اس خطرہ کا اتنا بڑا لحاظ نہ کیا۔ یردن پار مغربی علاقوں کی طرزِ حکومت کچھ اَور تھی۔ اور اِدھر غنیم قوموں کے لئے بھی کوئی جگہ نہ تھی۔ سو ضروری تھا کہ یہ سب علاقہ پُورے طور پر بنی اسرائیل کے قبضے میں آجائے۔ دُشمنوں نے اِفتاح کی اِن شرائط کو قبول نہ کیا۔ سو افتاح نے اپنے اور اُن کے درمیان خدا کو گواہ ٹھہرایا۔ اور لڑائی کی تیاری کر کے اُن پر فتح پائی۔ لڑائی پر جانے سے پیشتر افتاح نے خدا سے عہد کیا تھا کہ "اگر تو یقیناً بنی عمون کو میرے ہاتھ میں کر دیگا۔ تو ایسا ہوگا کہ جب میں

بنی عمون کی طرف سے سلامتی سے پھرونگا تو جو کوئی میرے گھر کے دروازے سے پہلے میرے استقبال کو نکلیگا۔ وہ خداوند کا ہوگا۔ اور میں اُسے سوختنی قربانی گذرانونگا"۔ ان دنوں بُت پرست قوموں میں عام قربانیاں بے سُود گنی جاتی تھیں۔ سو انسانی قربانیاں گذرانی جاتی تھیں۔ سو یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کہ بعض اوقات بنی اسرائیل بھی اُن کی اِس رسم سے متاثر ہو کر ایسا ہی کر دیتے۔ مگر اِن ایام کے بعد بھی بُرے بادشاہوں نے آخر اور منسی کی طرح ان رسموں کو رائج کیا۔ گو سب نبیوں نے اُس کی مخالفت کی تھی۔ افتاح فتح پا کر واپس آیا۔ اور اُس کی ایک ہی بیٹی تھی اور وہی طبلے بجاتی اور ناچتی ہوئی اس کے استقبال کو نکلی۔ تاکہ مُلک کے دستور کے موافق اپنے باپ کو مبارکباد کہے۔ اور اُس کی خوشی میں شریک ہو۔ باپ کو اپنا عہد یاد آیا اور وہ نہایت غمگین ہُوا۔ کیونکہ اس کے لئے اِس سے بڑھکر غم کیا ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی اکیلی فرزند کو قربانی گذرانے۔ وہ ایک اعلیٰ جواب دیتی ہے۔ اور اپنے باپ کو اپنا قول پُورا کرنے کو کہتی ہے۔ مگر اپنے باپ سے تھوڑی سی مہلت کی درخواست کرتی ہے۔ تاکہ وہ اپنی سہیلیوں کے ہمراہ پہاڑ کی آڑ میں جا کر اپنے کنوارپن پر واویلہ کر سکے۔ کیونکہ ان دنوں بے نکاح یا لا اولاد ہونا ایک لعنت گِنا جاتا تھا۔ اس کو مہلت عنایت ہوئی۔ اور جب وہ کوہستان سے پھری۔ افتاح نے نہایت غمگین ہو کر اپنی منت کے مطابق اس کو قربانی گذرانا۔ یہ ایک بڑا پُرسوز قصہ ہے جس کو صرف اس کنواری کی دلبرانہ رُوح ہی

رَوشن کرتی ہے۔ اس جواب کا ثانی جس کی رو سے اس جوان کنواری نے اپنی جان قوم اور خدا کے لئے نثار کر دی صفحۂ ہستی پر اور کہیں نہیں مل سکتا۔ وہ قربان گاہ پر لیجائی گئی ایک دُلہن کی مانند نہیں جو اپنے خاوند کے لئے آراستہ کی گئی ہو۔ بلکہ ایک ایسی کنواری شہید کی حیثیت میں جو خدا اور مُلک کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتی تھی۔

کیا یہ افتاح کی غلطی تھی۔ پاک کلام اس کی بابت کچھ نہیں کہتا۔ اس زمانے میں جب تہذیب کا احساس بھی نہ تھا۔ لوگ ایسے عہد کی خلاف ورزی کو کبھی برداشت نہ کرتے۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ منت کے ماننے میں تو راستی پر تھا۔ مگر اس کی شرائط قائم کرنے میں جلد باز۔ اگر ہم خدا کی منتوں کو اِنسانی عہد سمجھیں جن سے پشیمانی ہوتی ہے۔ یا ان کے پُورا کرنے میں ایسا ہی کریں جیسا افتاح نے کیا۔ یا یہ خیال کریں کہ خدا کبھی اُن کی لفظی ادائیگی کا خواستگار رہے۔ خواہ ہماری منت کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو۔ تو ہمارا خدا بُت پرستوں کے معبودوں جیسا ہو جائیگا۔ جن کو اِس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی کہ ہم کو ان منتوں کے باعث کیا کیا نقصان اُٹھانے پڑینگے۔ ہمارا خدا تو منتوں کے خیالوں ہی کا رد کرنیوالا خدا ہے۔ اور یہ اسی کی رُوح سے ہوتا ہے کہ ہماری جلد بازیاں اور غلطیاں پھر آشکارا ہو جاتی ہیں۔ ہم اس معاملہ کو اِس زمانہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔ جو افتاح کے زمانہ سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ شاید ہم ڈانٹے کے اُن الفاظ پر اتفاق کرینگے۔ جو اس نے منتوں کے بارے میں کہے ہیں۔" تفریحاً کسی قسم

کی منت ماننی نہ چاہیئے۔ اور اگر مانی ہو تو اُس کو افتاح کی طرح افسوس سے پُورا کرنا چاہیئے۔ افتاح کے لئے بہتر ہوتا کہ وہ کہتا کہ اُس نے غلطی کی نہ کہ اس منت کو مان کر اور بُرائی کرتا۔

"چنانچہ بنی اسرائیل میں یہ دستور ہؤا۔ کہ سال بسال اسرائیل کی بیٹیاں جاتی تھیں۔ کہ ہر برس میں چار دن تک افتاح جلعادی کی بیٹی کی ثناخوانی کریں (۹ / [illegible])۔ اِس طرح سے اِس یہودی کنواری لڑکی کی بہادری اور خود انکاری کی یاد نسل بہ نسل قائم رکھی گئی۔

افتاح کے چالچلن کی بابت یُوں بیان کیا گیا ہے:" خدا شخصیت کی تربیت کرنے میں فطرت سے بڑھکر کچھ نہیں کرتا۔ وہ انسان کو غلطیوں اور کمزوریوں سمیت قبول کرتا ہے۔ اور بتدریج بہترین منزل تک پہنچا دیتا ہے۔ وہ ایسا باغبان نہیں جس کی حفاظت اور رُوح میں رہکر درخت فطرت کے اِن قانونوں سے آزاد ہو سکے جن پر اس کی پیداوار کا انحصار رکھا جاچکا ہے"۔

افتاح اور اُس کی لڑکی کے لئے وہ منت مقدس لوراٹل تھی بنی اسرائیل کو کامل فتح ہوئی تھی سو اب اس منت سے کسی قسم کا بچاؤ نہ ہو سکتا تھا۔ بہتر ہوتا اگر وہ خدا کو کسی اور پیرائے میں سمجھتے تاہم جو نتیجہ ہؤا۔ وہ پُراثر اور بہت بہتر ہؤا۔ کیونکہ اس نے عبرانیوں کے ایمان اور طاقت کو بڑھا دیا۔

افتاح کے عہد کا آخری واقع اس کا افرائیمیوں کو سزا دینا تھا۔ افرائیمیوں نے جو یوسف کے گھرانے کے اعلٰی فرقے سے تھے۔ افتاح اور

اس کے ہمراہیوں کے اقتدار کو چھیننے کی غرض سے اس بات پر واویلا کرنا شروع کیا۔ کہ اُن کو لڑائی کے لئے کیوں نہیں بُلایا گیا تھا۔ اُنہوں نے افتاح سے کہا کہ ہم تیرے گھر کو تجھ سمیت جلا دینگے۔ افتاح نے اُن کو یاد دلایا کہ اُنہوں نے کس طرح مدد دینے سے انکار کیا تھا۔ مگر افرائیمیوں کو اس بات سے تسلی نہ ہوئی۔ سو خانہ جنگی شروع ہوئی۔ جلعادی یردن کی آبشاروں پر قابض ہو گئے تھے۔ اور دُشمنوں نے اپنی آبشاروں سے گذرنا تھا۔ اگر کسی شخص کے افرائیمی ہونے میں شک ہوتا تو وہ اس سے "شبلت" کہلواتے۔ اور اگر وہ عام افرائیمیوں کی طرح بولتا تو اُس کو قتل کر دیتے۔ اس طرح بہت قتل کئے گئے۔ تاہم معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تعداد بہت بڑھا کر لکھی ہوئی ہے۔ خیر افرائیمیوں کو راست سزا ملی۔ کیونکہ ان کو قوم کی محبت سے فرقہ کے اقتدار کا زیادہ خیال تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ اُنہوں نے خطرہ کے موقع پر مدد دینے سے اِنکار کیا۔ اور اب فرقہ کی خاطر لڑنے لگ گئے۔

لفظ شبلت فرقہ بندی کا ایک نشان بن گیا۔ واٹسن لکھتا ہے۔ کہ ہمارے گروہ میں بھی شبلت والے موجود ہیں۔ سو ہم کو بڑے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ کہ کہیں ہم اپنی زبان کے کسی پھندے کے لفظ سے دوسروں کے مذہب و اخلاق کا اندازہ لگانے نہ لگ جائیں۔ کیونکہ مذہب کی طرح سیاسی و اخلاقی درستی کی سرگرمی میں بھی خطرہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں اپنی دلپسند تجاویز ہی کو ہم دوسروں کی قدر و قیمت کا معیار

نہ سمجھ لیں۔

چھ برس بعد افتاح جلعادی مر گیا۔ اور جلعاد کے ایک شہر میں گاڑا گیا۔ وہ مرتے دم تک اکیلا ہی رہا۔ اس کا کوئی بچہ نہ تھا جو بڑھاپے میں اُس کو تسلی دیتا۔ کیونکہ وہ جو اُس کی تسلی کا باعث ہو سکتی تھی۔ پہلے اِس کی جلد بازی کے باعث ختم ہو چکی تھی۔

سمسُون

ابسان۔ ایلون اور عبدون کو چھوڑ کر ہم سمسُون کے اِس عجیب قصہ پر پہنچتے ہیں جس کا آغاز پھر انہیں الفاظ سے ہوتا ہے۔ کہ بنی اسرائیل نے خداوند کی نظر میں بدکاری کی۔" (قاضیوں ۱/۱۳) یہ قصہ غالباً کتاب کے آخری حصہ سے متعلق ہے۔ یہ بنی اسرائیل کی پُرانی زندگی سے شروع ہوتا ہے۔ سمسُون ہی ایک شخص تھا جس کو دیہات کے لوگ پسند کرتے تھے۔ اس کی طاقت کی کھیلوں۔ عورتوں میں کامیابی۔ کارہائے نمایاں۔ سنجیدہ مذاق۔ چالاکیوں اور پُر سوز انجام کا ذکر ہر قصہ کہنے والوں کی زبان پر تھا۔ گو اب تک قلمبند نہ کیا گیا تھا۔ اِس قصہ میں کوئی خاص مفید بات نہیں۔ گو اس کی قسم اور پُکار میں وہ اجزا موجود ہیں۔ (۱۶/۲۸) جو عام لوگوں کو بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ سمسُون عام خیال کے بموجب کوئی قاضی نہ تھا۔ کیونکہ وہ کسی قوم کا حاکم نہ ہوا۔ اور نہ ہی کسی قوم کو لڑائی پر لے گیا اس نے سب کام آپ ہی کئے۔

اور اپنے ہی لئے کئے۔ اس کی طاقت کا بھید اس کی ناصری قسم میں تھا۔ اور اس کی کمزوری فطرتی خصلت میں۔

فلسطیوں نے جو بڑے طاقتور تھے۔ ساحل میدانوں سے آگے بڑھکر بنی اسرائیل کے اندرونی اضلاع پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ خداوند نے چالیس برس تک اُنہیں فلسطیوں کے ہاتھ میں کر دیا تھا" (۱۳/۱)۔ مگر اب وقت آگیا کہ خدا پھر اپنے لوگوں کی طرف متوجہ ہو۔ سو خدا کا فرشتہ دان کے گھرانے منوحہ نام کی بیوی پر ظاہر ہوا۔ اور اُسے کہا۔ کہ وہ ایک بیٹا جنیگی جو بنی اسرائیل کو فلسطیوں سے بچائیگا۔ اور کہ اُس کی پرورش ناصریوں کے دستور کے موافق ہونی چاہیئے۔ یہ پہلا موقع ہے جہاں پر ناصریوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ سمسون کو ناصریوں کی خاصیتوں کے علاوہ تیز روشنی۔ سنجیدہ مذاق اور اعلےٰ جسمانی طاقت بھی عنایت ہوئی۔ اور انہیں کے باعث وہ بنی اسرائیل کے بہادروں میں سب سے بڑا گِنا گیا ہے۔

منوحہ نے جب یہ باتیں سُنیں۔ اس نے خداوند سے دُعا کی کہ وہ اپنے فرشتے کو پھر بھیجے کہ وہ اُن کو اِس بچّہ کی پرورش کے بارے میں ہدایت کرے۔ وہ فلسطیوں کی حد پر رہتے تھے سو اُن کو اچھی طرح معلوم تھا کہ فلسطی اُن پر کس طرح سے جبر کر رہے تھے۔ ان حالات میں اُن کو کئی بار خیال آیا ہوگا۔ کہ رہائی دینے والا جلد آئیگا۔ سو اب وہ اُن کے ہی گھر میں پیدا ہونے کو تھا۔ بیشک اُنہوں نے

اِس بچہ کی پرورش کو ایک مشکل بات سمجھا۔ کیونکہ وہ ایک اہم کام کرنے کو تھا۔ سو ضرورت تھی کہ کوئی اُن کی رہنمائی کرتا۔ اور خدا سے بہتر کون رہنمائی کر سکتا تھا۔ سو اُنہوں نے خدا کو پُکارا۔ اور خدا نے فرشتے کو پھر بھیجا۔ جب منوحہ سب کچھ سمجھ چُکا۔ تو اُس نے فرشتے سے کچھ کھانے کے لئے کہا۔ فرشتے نے کھانے سے تو انکار کیا مگر منوحہ کو قربانی گذراننے کو کہا۔ اور اس فرشتے نے اس خدا کا نام نہ بتایا کیونکہ وہ عجیب ہے اور سمجھ سے باہر۔ اس قربانی کے شعلوں میں وہ فرشتہ غائب ہو گیا۔ منوحہ ڈرا اور کہنے لگا "کہ اب ہم ضرور مر جائینگے۔ کیونکہ ہم نے خدا کو دیکھا"۔ اس کی جورو نے کہا۔ ڈر نہیں ہم نہیں مرینگے کیونکہ اگر ایسا ہونا ہوتا تو خدا اس پیغام کو ہم تک نہ پہنچاتا۔ سب کچھ جیسا کہا گیا تھا ویسا ہی ہوا۔ وہ عورت بیٹا جنی اور خدا نے اُس کو برکت دی۔ اور اُس کا نام سمسون یا چھوٹا سُورج رکھا گیا۔ سمسون جب بڑا ہوا تو اُس نے والدین کے خلاف مرضی ایک فلسطی عورت سے نکاح کرنے کا قصد کیا۔ مگر یہ اُس نے فلسطیوں سے لڑائی کرنے کو بہانہ ڈھونڈنے کی خاطر کیا تاکہ وہ اُن کو اُن سختیوں کا بدلہ دے جو اُنہوں نے بنی اسرائیل پر کی تھیں۔

اس وقت فلسطی بنی اسرائیل پر حکومت کرتے تھے دراصل بنی اسرائیل کے ایک حصّہ پر۔ کیونکہ اب تک بنی اسرائیل کی کوئی ایک قوم نہ تھی۔ وہ محض فرقوں کا گروہ تھے۔ نہ کہ ایک قوم۔ جب سمسون اپنی دُلہن کو دیکھنے

تمنت کو جا رہا تھا۔ تو راستے میں اُس نے ایک شیر مار ڈالا ۔ اس
حادثہ کو معمولی سمجھکر اس نے اس کا ذکر اپنے والدین سے بھی نہ کیا۔
جب اس کے والدین بھی تمنت پہنچ گئے تو شادی کی تیاریاں ہونے
لگیں۔ اور وہاں کے لوگوں نے تیس رفیقوں کو سمسون کے ہمراہ
کر دیا۔ شاید وہ ڈرتے تھے کہ کہیں بنی اسرائیل اُن پر چڑھ نہ آئیں
نکاح کی رسُومات کی ادائیگی میں سات روز خرچ ہوئے۔ سمسون بہادر
اب اپنی دانائی دکھانے لگا۔ اُس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ مَیں
تم سے ایک پہیلی پُوچھتا ہوں اور اگر تم اسے بوجھ لو تو میں تمہیں تیس کتانی
اوڑھنے اور تیس کتانی جوڑے دُونگا۔ اور اگر نہ بوجھ سکو تو تم مجھے یہی
کچھ دینا پہیلی یہ تھی۔ کھانے والے میں سے کھانا نکلا اور شیر میں
سے مٹھاس۔

اس بجھارت کو کوئی حل نہیں کر سکتا تھا۔ سو ان جوانوں نے
سمسون کی جورو کو روپیہ کا لالچ دیکر پُوچھنے پر آمادہ کیا۔ سو اُس نے
رو رو کر وہ پہیلی پُوچھی۔ اور جب سمسون نپٹ تنگ ہؤا۔ اُس نے اُسے
بتا دی۔ سو نوجوانوں کو وہ معلوم ہوگئی۔ اور اُنہوں نے یہ کہہکر کہ شہد
سے میٹھا کیا ہے۔ اور باگھ سے زبردست کون۔ شرط جیت لی۔
یہ بات اُن مکھیوں کے ہجوم کے تعلق میں تھی جو شیر کی لاش میں جمع
ہو گئی تھیں۔ ([illegible])۔ سمسون سمجھ گیا کہ اس کا یہ بھید کس طرح فاش ہو
گیا۔ سو اُس نے کہا۔ کہ اگر تم میری بچھیا کو ہل تلے نہ جوتتے تو میری

پہیلی کبھی نہ بُوجھتے۔
خیر شرط کی ادائیگی کرنی ہی تھی۔ مگر چونکہ شادی کے مہمانوں نے
بے ایمانی سے کام لیا۔ سو اُس نے بھی ادائیگی کے لئے ایک سخت
طریق اختیار کیا۔ اس نے اسقلون کے تیس آدمی مار ڈالے اور
اُن کے کپڑے اُتار کر شرط جیتنے والوں کو بانٹ دیئے۔ اس کا غُصّہ
بھڑکا اور وہ اُٹھکر چلا گیا۔ اور اُس کی جورُو دوسرے کو دیدی
گئی۔ جب سمسون نے اس کا مطالبہ کیا۔ اُس کے باپ نے دینے
سے اِنکار کیا۔ سمسون نے اُسی وقت اُن کے کھڑے کھیتوں میں
آگ لگا دی۔ اور اُن کے انگوری باغوں کو جن پر اُن کا بھروسہ تھا
خاک سیاہ کر دیا۔ سب لوگوں کو اُن کے جلا دیئے جانے کا سبب معلوم
ہؤا تو وہ اُٹھے کہ اس عورت کو اس کے باپ سمیت بھسم کریں۔ سمسون
کا غضب پھر بھڑکا۔ اور اُس نے اُنہیں کُولوں اور رانوں پر بڑی
مار ماری۔

فلسطیوں نے سمسون کے پکڑنے کو یہوداہ پر چڑھائی کی بنی اسرائیل
شاید فلسطیوں کے مطیع ہو گئے تھے۔ اور سمسون سے اس لئے ناراض
ہو گئے تھے۔ کہ اسی کے باعث فلسطی اُن پر چڑھ آئے تھے۔ چھ سَو
اہل دان اس سرزمین سے چلے گئے ہوئے تھے اور یہی وجہ تھی کہ
یہ فرقہ کمزور ہو گیا تھا۔ سو اُن کو فلسطیوں کی ماتحتی ماننی پڑی۔ اُنہوں
نے سمسون سے کہا۔ "کیا تو نہ جانتا تھا کہ فلسطی ہم پر حکمران ہیں؟ سو

تُو نے یہ کیا کیا ہے؟ - یہ ایک کمینے بُزدل لوگوں کا بہانہ تھا - جو اپنے چین و آرام کی خاطر اپنے ہم وطن کو دُشمن کے سپُرد کرنے کو تیار تھے - ملٹن کہتا ہے - کہ اگر اہلِ یہود یا کوئی اَور فرقہ سمسُون کے ساتھ مِلجاتا تو وہ کانٹھ کے بُرج کے مالک ہوجاتے - اور اُن کے مالک ہو جاتے جن کے کہ وہ اب ماتحت تھے - اُنہوں نے سمسون کو فلسطیوں کے ہاتھ میں دیدینے کا قصد کیا - اُس نے اُنہیں اجازت دی کہ وہ اِسے دو نئی رسیوں سے باندھ دیں - مگر جب فلسطی خوشی خوشی اُس کے پکڑنے کو آئے - تو اُس نے رسیوں کو توڑ پھینکا اور ایک گدھے کے جبڑے کی ہڈی لے کر اُن کو مارا - یہانتک کہ تودوں کے تودے ہوئے - تب اُس نے ایک گھڑے سے جو لحی میں ہے پانی پیا - اور یہ گھڑا بھی ایک جبڑے کی شکل کا تھا - اور اِس کے ہمشکل ہونے کی وجہ سے ہی یہ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی - اور لوگ سمجھنے لگے تھے کہ خدا نے معجزانہ طور پر اِس ہڈی میں سے اسے پانی دیا -

فلسطی پھرے اور سمسُون نے اپنی بہادری کا اور زیادہ ثبوت دینے کے خیال سے عزہ کے قلعہ پر چڑھائی کی - جب لوگوں کو خبر ہوئی تو اُنہوں نے اس کے پکڑنے کا قصد کیا - وہ رات کو اُٹھا اور فلسطیون کے پھاٹک کے پلّوں کو اور دونو بازؤں کو اڑنگے سمیت لے گیا - اور جرون کے سامنے کی پہاڑی پر جا پھینکا - اور وہ مُدت تک وہاں پڑے ہوئے فلسطیوں کی پریشانی اور سمسون کی طاقت کا اظہار کرتے رہے -

سمسُون اِتنا مشہور ہوگیا تھا کہ وہ ایک فوج کی رہبری کر سکتا تھا - مگر وہ سب کچھ اکیلا ہی کر سکتا تھا - اِس میں فرمانروائی کی لیاقت نہ تھی - اِس نے کبھی زندگی کی سنجیدگی کو نہ سمجھا اور یہی وجہ تھی - کہ وہ سورق کی وادی میں اِدھر اُدھر پھرتا رہا - آخرکار وہ ایک عورت پر جس کا نام دلیلہ تھا عاشق ہوگیا فلسطیوں کو یقین ہوگیا کہ سمسُون کی طاقت کا کوئی بھید ہے - اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایک عورت نے آگے اُس بھید کو فاش کرالیا تھا - سو اُنہوں نے اب دلیلہ کو پھسلالیا - سمسون نے اِس بات کو بھی کوئی خاص وقعت نہ دی - سو اُس نے پہلے بید کی سات ہری چھالوں سے باندھے جانے کو کہا - اور دُوسری بار نئی رسیوں سے باندھے جانے کو - مگر دونو حالتوں میں جونہی فلسطی نزدیک آئے اس نے "اے سمسُون فلسطی تجھ پر آئے" کی پکار دیکر چھالوں اور رسیوں کو توڑ ڈالا -

تیسری بار اُس نے اپنی لٹوں کو تانے کے ساتھ باندھے جانے کے لئے کہا - مگر یہ تجویز بھی درست ثابت نہ ہوئی کیونکہ سمسون بنے کے کھُونٹے کو تانے سمیت اُکھاڑ لے گیا - دلیلہ ضدی تھی سو اُس نے سمسُون کو دم نہ لینے دیا - سو اُس نے تنگ آکر بھید فاش کر دیا - کہ اُس کی طاقت اُس کے بالوں میں تھی - جو اس نے ناصری قسم کے موافق رکھے تھے - یہ بتا کر وہ سوگیا - دلیلہ نے اس کے بال کٹوا دیئے - اب جو فلسطی آئے تو ڈر کر اُن کو بھاگنا نہ پڑا بلکہ اُنہوں نے ہاتھ بڑھا کر اُس کو پکڑا اور قابو

کر لیا۔ اب سمسون بالکل عاجز تھا۔ وہ اسے عزہ کو لے گئے اور اس کی آنکھیں نکال کر اُس کو قید خانے میں کام پر لگا دیا۔ تلمود میں لکھا ہے کہ سمسون کی بدی عزہ سے شروع ہوئی تھی سو عزہ میں ہی اس کو سزا بھی ملی۔ فلسطیوں نے اس خوشی میں بڑی عید منائی۔ اور ایک جگہ میں فراہم ہو کر چاہا کہ سمسون کا تماشہ دیکھیں۔ سمسون کو انہوں نے کمرے کے ستونوں کے درمیان کھڑا کیا۔ تاکہ سب لوگ اُسے دیکھ سکیں۔ جب سمسون کو ہوش آیا اور اُس نے دُشمن کی خوشی کی آواز سُنی۔ تو وہ اپنے سارے زور سے چلّایا اور خدا کو پکارا۔ خدا وہاں بھی اُس کے نزدیک تھا۔ قید خانے میں اُس کے بال اُگنے لگ گئے تھے اور یہ الٰہی مہر کا نشان تھا فلسطی اب اپنے معبود کی تعریف گا رہے تھے کیونکہ وہ خدا سے زیادہ طاقتور ثابت ہؤا تھا۔ سمسون کو خواہش ہوئی کہ وہ اُن کی غلطی کو اُن پر آشکارا کر دے۔ جب سمسون نے اپنی طاقت بحال ہوتے دیکھی اُس نے کہا :-

کہ اگر میرا دماغ کسی قسم کی پیشینگوئی کر سکتا ہے تو میں آج ایک عجیب کام دکھاؤنگا اور یہ روز ایک خاص روز ہوگا۔ ملٹن

پھر فلسطی حاکموں کو یُوں خطاب کرتا ہے :-

کہ اب تک تو میں سب کچھ تمہارے حکموں کے مطابق کرتا رہا ہوں۔ مگر اب وہ کام دکھاؤنگا جو میری طاقت کا پُورا اظہار ہوگا اور تم اس سے پریشان ہو جاؤ گے۔ ملٹن

جب قاصد آکر اُسے کھیل دکھانے کو کہتا ہے۔ تو سمسون اپنی بابت یُوں کہتا ہے :-

دلیر ہو کیونکہ مجھ میں آج ایک ایسی نئی طاقت معلوم ہوتی ہے۔ جو غیر معمولی ہے۔ سو میں اس قاصد کے ہمراہ جاؤنگا۔ جب وہ وہاں لایا گیا تو اُس نے اس چھوکرے سے کہا کہ مجھے دو ستونوں کے بیچ یوں کھڑا کر کہ میں اُن پر تکیہ کر سکوں۔ اور شاعر اس کی درخواست کو یوں لکھتا ہے :-

کہ اُس نے اپنے آپ کو تھکا ہؤا ظاہر کیا۔ اور اپنے رہبر سے درخواست کی کہ اُسے دو ستونوں پر تکیہ کرنے دے۔ اور پھر :-

اُس نے دونو ستونوں کو تھام کر زور سے یوں ہلایا۔ کہ وہ نیچے آگرے۔ اور تمام چھت بڑی گرج سے تماش بینوں کے سروں پر آپڑی۔ سو :-

سمسون کا انجام بھی سمسون سا ہی ہؤا۔ اُس نے ایک دلیرانہ زندگی کا دلیرانہ انجام کیا۔

اس ڈرامہ کا آخری کورس اِس کے رشتہ داروں کو یُوں تسلی دیتا ہے :-

سب کچھ درست ہوتا ہے گو کئی بار ہم خدا کی رضا کے شاکی ہو جاتے ہیں۔ کئی بار خدا دُور معلوم ہوتا ہے مگر جلد پھر آتا ہے۔ اور شاید اُس وقت جب ہم کو اُس کا خواب و خیال بھی نہیں ہوتا۔ اس بہادر جوان

کی مدد جو خدا کی اس بات کا ثبوت ہے۔ تو پھر عزہ کے لوگ غم کیوں کرتے ہیں۔ ملٹن

سو اُس نے نئی طاقت پائی اور اپنے زور سے چلا کر کہا کہ میری جان بھی فلسطیوں کے ساتھ جاتی رہے۔ اور اس گھر کو گرا دیا۔ اس بہادر کے ساتھ سب لوگ جو وہاں تھے برباد ہوئے" سو وہ لوگ جنہیں اُس نے مرتے دم مارا ان سے جنہیں اُس نے جیتے جی قتل کیا تھا کہیں زیادہ تھے"۔ وہ نابینا بہادر فاتح مرا۔ اور اپنی مصیبتوں اور تکلیفوں سے اُس نے اپنے گناہوں کو دھو ڈالا۔ دان کے لوگ اس سے محبت رکھتے تھے۔ سو وہ آئے اور اس کی لاش کو بُت پرستوں میں سے اُٹھا لے گئے فلسطی گھبرا گئے تھے۔ سو اُنہوں نے کسی قسم کا اعتراض نہ کیا۔ شہر ماتمیوں سے بھر گیا۔ کیونکہ سب حاکم مر گئے۔ سب طرف پریشانی برپا ہوئی۔ اُنہوں نے اس کا تمسخر اُڑایا تھا مگر اُس کی لاش ایک جلوس کے ساتھ اس کے باپ دادا کے قبرستان میں لائی گئی اور عزت کے ساتھ اُس کا دفن ہؤا۔ سمسون کا قصہ یُوں ختم ہوتا ہے۔ اس کے مذاق۔ قوت اور جلد بازی نے اسے اس بربادی تک پہنچا دیا۔ اور یہ سب باتیں ہمارے شاعر کے لئے ایک اعلیٰ ڈرامہ کا ساز و سامان بن گئیں۔ ملٹن۔

یہ ڈرامہ اِن سب ڈراموں سے افضل ہے۔ جو پُرانے زمانے کے واقعات کو اس نئے زمانے کی روشنی میں دکھاتے ہیں بلکہ یہ

اِسکے اپنے سب ڈراموں سے بھی اعلیٰ ہے۔ جو اُس نے اپنی پُرباجرا زندگی پر مبنی کر کے لکھے ہیں۔ اِس قصہ سے شاعر کو اپنی مصیبتوں میں بھی بڑی تسلی ہوئی۔ وہ اپنے نابیناپن کو سمسون کے تعلق میں یوں بیان کرتا ہے:۔

سب سے زیادہ رنج نظر چلے جانے کا ہے۔ کیونکہ اندھا ہو کر دُشمنوں میں رہنا بیڑیوں میں رہنے سے کہیں بدتر ہے۔ کیونکہ دن کی روشنی میں بھی اب دُشمن کے دھوکے اور نقصان کا ڈر ہے۔

سمسون کے اخلاق کا اندازہ کرنے کے لئے ہمیں چاہئے کہ اپنے مسیحی اخلاق کو خیال سے بھلا دیں۔ اور یاد رکھیں کہ وہ مذہبی بہادر نہیں بلکہ عام ایک دُنیاوی بہادر تھا۔ اِن دنوں سب قسم کی غیر معمولی طاقت الٰہی مدد کا نتیجہ گردانی جاتی تھی۔ سو سمسون کی جسمانی طاقت بھی خدا کی طرف سے مانی جاتی تھی۔ سمسون کا خیال تھا کہ یہ دائمی قوت ہے۔ جو اُس کے بالوں کے ساتھ اسے بخشی گئی ہے۔ کیونکہ ناصری رسم کے مطابق اس کے سر پر کبھی اُسترا نہ چلایا گیا تھا۔

قاضیوں کی اصل کتاب اس قصہ کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے۔ اور یہ سبق ہم کو سکھاتی ہے کہ خدا کا کام آہستہ ہوتا ہے۔ اور کئی بار راہِ راست کبھی نہیں ہوتا۔ زندگی اور انسانی طاقت کو بناتے میں زمانے لگ جاتے ہیں۔ گو جب یہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو بالکل معمولی اور آسان سے نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں

اگر عام لوگ جن کے ایام زندگی جلد ختم ہو جاتے ہیں یہ کہیں کہ دُنیا میں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ ہاں یہ بھی تعجب کی بات نہ ہوگی اگر ہم کہیں کہ دُنیا کی بنا کسی خاص تجویز پر نہیں اور اس سے خدا کا کوئی خاص مقصد نہیں۔ کیونکہ زندگی چند روزہ ہوتی ہے۔ اور یہ باتیں دیرپا۔ تاہم خدا پریشانی اور حیرانی کے ایام میں بھی یونہی کرتا چلا آیا ہے۔ اور قدم بقدم ہی اس بحالیت کی طرف بڑھاتا رہا ہے۔ جو اُس نے آنے والے نجات دہندہ کے وسیلہ سے دینی تھی جس نے بُت پرستوں کو اپنا وارث بنانا تھا اور دُنیا کی انتہا تک اپنا قبضہ قائم کرنا تھا۔

باقی باب (۱۷-۲۱) ایک تتمہ کی صورت میں درج کئے گئے ہیں۔ جن میں ان واقعات کا ذکر ہے جو اُس بدامنی کے زمانہ میں ہوئے۔ اور وہ ایسے واقعات ہیں جن سے قاضیوں کا کوئی تعلق نہ تھا۔ اور ان سے ان لوگوں کی تمدنی اور مذہبی زندگی کا پتہ چلتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعات سمسون کے پہلے کے تھے گو اُن کا ذکر اس کے بعد کیا گیا ہے۔ کیونکہ سترھویں اور اٹھارھویں باب میں دان کے فرقے کا ذکر ہے۔ دُوسرا قصہ جو بنیامینیوں کی لڑائی کا بیان کرتا ہے۔ ہارون کے پوتے فینحاس سے تعلق رکھتا ہے۔ سو یہ ضرور پہلے ایام کا واقع ہے۔ قصہ اس لئے درج کیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ دان کے فرقہ کا ایک چھوٹا گروہ شمالی حصہ میں کس طرح آ گیا تھا۔

میکاہ نام ایک جوان نے اپنی ماں کا مال و زیور چُرا لیا۔ مگر کچھ

مدت بعد اُسے واپس کر دیا۔ جب ماں کو یہ روپیہ وغیرہ واپس مل گیا۔ تو اس نے اس میں سے کچھ مال ڈھالنے والے کو دیا تاکہ وہ اس سے ایک ڈھالا ہوا اور ایک تراشا ہوا بُت بنائے۔ اُس کے بیٹے نے اُن کو اپنے گھر میں کھڑا کیا۔ اور اپنے بیٹوں میں سے ایک کو اس خدا کے گھر کا کاہن مقرر کیا۔ پھر اُس نے ایک افود اور ترافیم بھی بنایا۔ مصنف اس بُرے کام کے بارے میں یوں لکھتا ہے۔ کہ ان دنوں "بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ نہ تھا اور ہر ایک شخص جو اُس کی نظر میں اچھا ہوتا تھا وہی کرتا تھا" (۶/۱۷)۔ ایک لاوی کا وہاں سے گذر ہوا۔ میکاہ نے سمجھا کہ وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے۔ سو اُس نے اس کو کاہن مقرر کر دیا۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ میکاہ کتنے دھوکے میں تھا۔ کیونکہ ایک طرف تو وہ بُت پرستی کرتا ہے مگر دوسری طرف صرف ایک لاوی کے باعث یہوواہ کی برکت کا اُمیدوار ہے۔ جس حال کہ لاوی نے بھی اس کام کو اختیار کرنے میں غلطی کی تھی۔ وہ مذبح مشہور ہو گیا۔ کچھ مدت بعد دان کے پانچ جاسوسوں نے آ کر لاوی سے درخواست کی کہ وہ اُن کو اپنے کام کی بابت خدا کی مرضی دریافت کر کے بتائے۔ لاوی نے اُن کو برکت دے کر رُخصت کیا۔ اور جب اُنہوں نے دیکھا کہ لیس کے لوگ صیدانیوں کی طرح امن و چین سے بستے ہیں تو وہ اپنے مُلک کو پھرے اور جو کچھ دیکھا تھا وہ اپنے بھیجنے والوں کو کہہ سُنایا۔ تب ایک بڑا گروہ اُٹھا اور میکاہ کے گھر سے افود اور ترافیم چُرا اور لاوی کو زبردستی

ہمراہ لیس میں داخل ہُوا۔ اُنہوں نے اس شہر کا نام بدل کر دان رکھ دیا۔ اور اس شہر میں اُنہوں نے بُت پرستی کا وہ مسکن بنایا جو سرزمین کی اسیری تک قائم رہا۔

یہ اُن دو جگہوں میں سے ایک تھی جہاں یربعام کے عہد میں سونے کے بچھڑے یہوواہ کا ظاہری نشان رکھے گئے تھے (۱سلاطین ۱۲/۲۸)۔ یہ مقدس روایات اور ناراستی پر بنا کیا گیا تھا۔ یہ قصہ لوگوں کے گرے ہوئے اخلاق کی ایک تصویر ہے۔ اور ان کے یہوواہ کو بھول جانے کا ثبوت۔

دوسرا قصہ تتمہ کے دوسرے حصہ میں (۱۹-۲۱) دیا ہُوا ہے۔ اور اس قصہ میں لوگوں کی بےضبطی پہلے قصہ کی نسبت کہیں زیادہ دکھائی گئی ہے۔ اس قصہ کو اس طرح کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ کہ اور بیان کی گنجائش نہیں۔ دونو قصے قومی سلسلہ کی کمزوری کو ظاہر کرتے ہیں۔ قاضیوں کا ہونا کسی قومی اتحاد کا ثبوت نہیں۔ کیونکہ وہ اُن کے اُوپر کسی خاص قسم کے حاکم نہ تھے۔ سو ہر قسم کی بدی بے روک ٹوک ہو سکتی تھی۔ اہلِ دان نے لیس کے امن کو تو توڑا مگر فلسطیوں کو نہ چھیڑا۔ بنیامین کے فرقے نے اپنی حفاظت کی خاطر دوسرے فرقوں کی مداخلت پر ناراضگی ظاہر کی۔ کوئی خاص قانون نہ تھے۔ سو نتیجہ یہ ہُوا کہ ایمان کمزور ہو گیا۔ اور بیدینی بڑھ گئی۔ کہانت میں اخلاقی تباہی ہوئی۔ میکاہ نے ایک علیحدہ مقدس بنایا مگر کاہن اس کو چھوڑ کر زیادہ مالدار مالکوں کے

ساتھ اسی شہر کی بربادی پر آمادہ ہو کر چل دیا گو اس شہر نے اُن کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچایا تھا۔ اور ہر قسم کی رہزنی۔ بُت پرستی۔ اور چوری کاہن کی مرضی سے کی۔ یہ قصہ صرف اس لئے لکھا گیا۔ کہ دکھا دے کہ دان میں مشہور مقدس کیونکر قائم ہوئی۔

پھر بنیامینیوں نے نسل قائم رکھنے کی غرض سے جورویں حاصل کرنے کی تجویز سوچی۔ اس تجویز سے بھی بنی اسرائیل کے دل میں کسی قسم کا تذبذب پیدا نہ ہُوا۔ یہ تجویز کامیاب ہوئی اور بنیامین کا فرقہ بالکل نیست ہونے سے بچ گیا۔ اور بنی اسرائیل اپنے اپنے فرقے و میراث کو واپس ہوئے (۲۱/۲۴)۔ اس ابتری۔ بےضبطی اور نااتفاقی کا بیان بھی ان الفاظ ہی میں کیا گیا ہے۔ کہ "ان دنوں بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ نہ تھا۔ اور ہر ایک شخص جو اس کی نظر میں اچھا معلوم ہوتا تھا وہی کرتا تھا"۔ اس پُرسوز خیال کے اظہار سے قاضیوں کی کتاب ختم ہوتی ہے۔

دیسی کلیسیا کو جو سبق اس کتاب سے مل سکتا ہے وہ صاف ہے۔ ہم نے دیکھا کہ فرقہ بندی اور نااتفاقی سے قوم کی ساخت میں کتنی تاخیر ہوئی۔ سو اسی طرح جماعتی تعصب اور دھڑا بندیاں کلیسیا کی باہمی زندگی کے لئے روک ثابت ہونگی بنی اسرائیل کو یہ سبق دُکھ اور مصیبت سے گذار کر سکھایا گیا۔ دیسی کلیسیا کو بھی دُکھ اور مصیبت سے گذرنا ہو گا اگر وہ بنی اسرائیل کی تواریخ سے فائدہ نہ اُٹھائے۔ خدا کے ارادے پُورے تو ہر حال میں ہونگے۔ سو اصل دانائی اس میں ہے۔ کہ ہم اس کی تدابیر

کے مطابق چلیں۔ اور اس کی رہنمائی میں رہیں۔ نہ کہ فرمانبرداری کی بے عزتی سہیں۔ اور اپنی دشمنیوں کے باعث کلیسیائی اتحاد اور یگانگت میں روک ثابت ہو کر اس کی سزا بھگتیں۔

ان دو پُر سوز قصوں کے بعد ہم اس قصہ کی طرف متوجہ ہوں۔ جو ان دونو کی تاریکی کو روشن کر دیتا ہے۔ یہ موابی روت کا قصہ ہے۔ روت کی کتاب کا ذکر کھول کر ایک دوسری کتاب میں کیا جائیگا۔ سو یہاں پر مختصر طور پر بیان کیا جائیگا۔ یہ قصہ بتاتا ہے کہ ان ایام میں بھی جب ہر طرف نااتفاقی اور لڑائی کا تسلط تھا۔ کس طرح خانگی زندگیوں میں ایسے شخصوں کی مثالیں موجود تھیں جو پاکیزگی۔ محبت۔ حِلم۔ بُردباری کا نمونہ ہو سکتی ہے۔ بوعز نہ کوئی جنگی بہادر تھا نہ کوئی مدبّر۔ بلکہ ایک عام شخص جو اپنے کام میں محنتی۔ ماتحتوں پر مہربان۔ غریبوں کا پالنے والا اور مسافروں کا مددگار تھا۔ اور روت ایک ایسی بیوہ تھی۔ جو اپنے فوت شدہ خاوند کی دلدادہ تھی۔ اور اپنے نئے والدین کی محبّت سے پُر تھی۔ اور جس نے سچّے خدا کی پیروی کا قصد کیا ہؤا تھا۔ ان قصوں میں کسی قسم کی جنگی پُکار نہیں اور نہ کسی قسم کی فتح کا نعرہ۔ یہ صرف ایک دہاتی تمدنی زندگی کا بیان ہیں۔ بیماری کے موقعوں یا خانگی زندگی میں ان اشخاص میں دلیرانہ ایمان کی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ پُرانے عہدنامے کی سب عورتوں میں روت سب سے زیادہ دِلپسند ہے۔

قاضیوں کی کتاب ہمیں اس بنیہ کی بابت جو مردوں سے بھی طاقتور

تھی اور روت کی کتاب ایک مرد کی بابت جو عورتوں سے بھی بڑھ کر نرم مزاج تھا بتاتی ہے۔ یہ امن و چین کا نظارہ ان دنوں کی ابتری کے بالکل خلاف تھا۔ اور یہ تواریخ کے ان گوشوں میں سے ہے۔ جو سارے زمانوں میں سرسبز رہتے ہیں۔ یہ ایک تاریک بادلوں کے روشن کناروں سا ہے۔ یہ جنگی راگ کی بھرمار کے بعد ایک چرواہے کی راگ سا ہے۔ شاید کتاب مقدس میں بھی اس سے زیادہ دلآویز فسانہ اور کوئی نہیں۔

عیلی

فینحاس کی وفات کے بعد ہارون کے جانشینوں کا اقتدار جاتا رہا جب تک کہ عیلی اختیار میں نہ آیا۔ عیلی ہارون کے سب سے چھوٹے بیٹے اِتمر کی اولاد سے تھا۔ عیلی نے چالیس سال بنی اسرائیل کا انصاف کیا۔ اس کا دَورِ حکومت تبدیلی کے ایام کا ایک خاص زمانہ تھا۔ اس وقت ایک مرکزی طاقت کا آغاز ہو رہا تھا۔ عیلی پیدائش کی رُو سے ایک کاہن تھا۔ سو اُس نے ملک اور کہانت کے کاموں کو ملا دیا۔ وہ ایک نرم مزاج شخص تھا۔ خدا کی آواز سُنتے ہی وہ اُس کا شنوا ہؤا۔ (۱سموئیل ۳: ۱۸)۔ وہ اپنے اُوپر تو ضبط کر سکتا تھا مگر دوسروں پر نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کو قابو میں نہ رکھ سکا۔ سزا دینے کی بجائے وہ صرف یہ

کہہ چھوڑتا "تم ایسے کام کیوں کرتے ہو؟ تم خدا کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہو" (۱ سموئیل ۲/۱۲)۔ خدا نے اس کے سارے گھرانے پر فتویٰ لگا دیا۔ (۱ سموئیل ۲۷/۲-۳۴)۔ باقی ہر طرح سے وہ اپنے دونو منصبوں کے پورا کرنے میں راست گو اور صادق تھا۔ یہ اس کی کمزوری ہوئی کہ اُس نے عہد کے صندوق کو جو خدا کی حضوری کا نشان تھا۔ میدانِ جنگ میں لیجائے جانے کی اجازت دی۔ یہ صندوق عبرانیوں کے مذہبی نشانات میں سے سب سے پُرانا اور مقدس تھا۔ سو لوگوں نے سمجھا کہ اس کی حضوری سے اُن کی فتح یقینی ہو جائیگی۔ کیونکہ اس کے ساتھ خدا کی حضوری ضرور ہوگی۔ عیلی اُن کے اِس بدبختی خیال کا مقابلہ کرنے میں قاصر رہا۔ اس کو شک ہوا اور وہ ڈرا "سو اُس کا دل خدا کے صندوق کے لئے کانپ رہا تھا"۔ اور وہ راستہ پر بیٹھا لڑائی کے انجام کی خبر سُننے کا منتظر ہو رہا تھا جب شام ہوئی تو ایک جوان اپنے کپڑے پھاڑے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے ہوئے سیلا کے دروازہ پر آ نکلا۔ اور بنی اسرائیل کے شکست کھانے۔ عہد کے صندوق کے دُشمن کے ہاتھ لگنے اور عیلی کے دونو بیٹوں فینحاس اور حفنی کے مارے جانے کی خبر اُس نے لوگوں کو دی تو سارا شہر چلّایا جیسا کہ کوئی مشرقی شہر کسی بڑی مصیبت کیوقت چلّاتا ہے۔ اور اس واویلے کی آواز تمام گلیوں میں گونج اُٹھی۔ جب عیلی نے یہ آواز سُنی اس کا سبب دریافت کیا۔ اور جب اُس

نے سُنا کہ بنی اسرائیل کو شکست ہوئی۔ اس کے دونو بیٹے مارے گئے۔ اور خاصکر عہد کا صندوق لُوٹا گیا تو اُس کا دل ٹُوٹ گیا اور وہ گِر کر مر گیا۔ سو وہ رحمدل مردِ خدا جس کی زندگی کے ساتھ سموئیل کی شروع کی زندگی گتھی ہوئی تھی۔ یُوں ختم ہُوا۔

عیلی کی بہو پر ایسا غم طاری ہُوا۔ کہ ایک لڑکے کی پیدائش نے بھی اُس پر کچھ اثر نہ کیا۔ سو مرتے وقت اس نے لڑکے کا نام ایکبود بتایا جس کے معنی یہ ہیں کہ "خدا کی حشمت بنی اسرائیل سے جاتی رہی کیونکہ اس کے عہد کا صندوق لے لیا گیا"۔

بنی اسرائیل کو بڑی پریشانی ہوئی اور فلسطیوں کو بڑی خوشی۔ کیونکہ دُشمن کے معبود کو چھین لینا ان کی فتح کُلّی کا بڑا نشان تھا۔ گویا کہ اُنہوں نے یہوواہ ہی کو قابو کر لیا۔ یسعیاہ (۴۶/۱) پیشینگوئی کرتا ہے۔ کہ بیل اور نبو چھن جائینگے۔

اور یرمیاہ (۴۸/۷) موابیوں کے معبود کموش کے اسیر ہو جانے کا ذکر کرتا ہے۔ فلسطیوں نے خدا کے صندوق کو دجون کے مندر میں رکھا۔ اور یہ اُنہوں نے اس خیال سے کیا کہ گویا وہ اس صندوق کو دجون کی نذر کر رہے تھے۔ کیونکہ ان کا دجون یہوواہ سے زیادہ طاقتور ثابت ہُوا تھا۔ اور اِسی طرح ساؤل کا سر بھی دجون کے مندر میں ہی لگایا گیا تھا۔ (۱ تواریخ ۱۰/۱۰) دوسرے روز دجون کے پرستار جو اُٹھے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان کا معبود خدا کے صندوق کے قدموں پر گر پڑا ہے۔ اُنہوں

نے اس کو اُٹھا کر پھر جگہ پر رکھا۔ مگر دوسرے روز پھر گرا ہُوا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہُوا ہُوا پایا۔ اس کے ہاتھوں کے دو پنجے اور اُس کا سر دہلیز پر کٹا پڑا تھا۔ سو لوگوں نے دجون کی عزت کرتے ہوئے مندر میں داخل ہوتے وقت دہلیز پر پاؤں نہ رکھا۔ کاہن یہ دیکھکر بڑے گھبرا گئے۔

تب اشدود اور اس کے گردو نواح پر دوہری بلا نازل ہوئی۔ چُوہوں نے ان کی فصلیں اُڑا دیں۔ (۶/۵) اور اُن کے جسم پھپھولوں سے بھر گئے۔ اور وہ خونی بواسیر میں مبتلا ہوئے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ کوئی مشرقی مُہلک بیماری ہو۔ سو فلسطی ڈرے اور اُنہوں نے خدا کے صندوق کو جات میں بھیج دیا۔ مگر وہاں بھی ایسی ہی بلائیں نازل ہوئیں۔ سو وہ صندوق عقرون میں بھیج دیا گیا۔ مگر یہاں بھی وہی حال ہُوا۔ سو وہ اس صندوق کو بنی اسرائیل کو پھیر دینے پر مجبور ہوئے۔ سو کاہنوں اور نجومیوں کا مجمع کیا گیا۔ اور یہ فیصلہ کیا کہ صندوق کو خالی واپس نہ کیا جائے بلکہ اُس کی جگہ سے بُلائے جاتے کی تقصیر کی قربانی اس میں رکھکر۔ سو اُنہوں نے یہوواہ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے خیال سے بواسیروں اور چُوہوں کی مورتیاں اُس میں رکھیں تاکہ یہوواہ اُن سے اور اُن کے معبودوں سے دست بردار ہو (۵/۶)۔ اُنہوں نے اس صندوق کو ایک گاڑی پہ لادا اور اُسے بیت شمس لے گئے۔ کھیت کاٹنے والوں نے خوشی سے اس کا استقبال کیا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کو اس صندوق کے کھو جانے کا کتنا احساس تھا۔ فلسطیوں کے پانچ حکمران کھڑے دیکھ رہے تھے جب گایوں کی سوختنی قربانی گذرانی گئی۔ لاویوں کو حکم تھا کہ خدا کی پاکترین چیزوں پر نظر نہ ڈالیں۔ ورنہ ہلاک کئے جائینگے۔ (گنتی ۴/۱۵-۲۰) بعضوں نے صندوق کے بھیتر کی چیزوں کو دیکھا اور سخت سزا پائی۔ تب اُنہوں نے صندوق کو قریت یعاریم میں بھیج دیا۔ وہ بیس سال تک وہاں رہا۔ مگر جب داؤد بادشاہ نے اُسے جنگل میں پایا۔ تو اُس نے اُسے یروشلم میں لاکر اُس مذبح پر رکھا جو اُس نے خاص اُس کے لئے بنوایا (۲ سموئیل ۶/۲)۔

تب مؤرخ کہتا ہے کہ بہت سی گردش کے بعد اب خدا کے صندوق نے آرام پایا (۱ تواریخ ۶/۳۱) کچھ مدت تک یہ یہیں پڑا رہا۔ مگر پھر سلیمان بادشاہ نے اسے اٹھوا کر اپنی ہیکل کی پاکترین جگہ میں رکھوایا۔ "کروبیوں کے پروں تلے سب سے مقدس جگہ میں" (۱ سلاطین ۸/۶) منسی نے اس کو پھر اُٹھوا دیا اور اُس کی جگہ ایک تراشا ہُوا بُت رکھ دیا۔ (۲ تواریخ ۳۳/۷) یوسیاہ نے پھر اُس کو بحال کیا۔ اور شاید نبوکدنضر پھر اس کو لے گیا۔ (۲ سدراس ۱۰/۲۲) گو (مکابیوں ۲/۵) سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یرمیاہ نے اُسے ایک غار میں چھپایا۔ اس کے بعد تواریخ اس عہد کے صندوق کا کوئی ذکر نہیں کرتی۔ "بحال کردہ ہیکل میں اس کے لئے کوئی جگہ نہ رہی" (یرمیاہ ۳/۱۶)۔

سیلا کی تباہی سے (یشوع ۱۸:۱ - زبور ۶۰:۷۸) جہاں پہلے پہل یشوع نے اس صندوق کو رکھا تھا۔ قوم کو بڑا ضعف پہنچا۔ اور اس تباہی کا ذکر بھی مدت تک لوگوں کو بُرا معلوم ہوتا رہا۔ (یرمیاہ ۲۶:۶)۔ افرائیم کے اقتدار کا زمانہ یُوں ختم ہؤا۔ اور اس کا ذکر ۷۸ زبُور میں صاف دیا ہے۔ اور وہاں صاف بتایا گیا ہے۔ کہ سیلا کی تباہی اُن کے لئے کہاں تک مضر ثابت ہوئی۔" اُس نے سیلہ کے مذبح کو ترک کیا۔ اور اس خیمہ کو جو اس نے لوگوں کے درمیان گاڑا تھا۔ اس نے یوسف کے مذبح سے انکار کیا اور افرائیم کے فرقہ کو نہ چُنا فلسطیوں کے مقدس ڈھانے پر چُنیدہ قوم کی تواریخ کے پہلے حصہ کا خاتمہ ہؤا۔ کیونکہ اسی طرح اہل بابل کے ہیکل کو ڈھانے پر دوسرے حصہ کا اور ایسے ہی یروشلم کی بڑی ہیکل کی تباہی پر تیسرے حصہ کا خاتمہ ہونا تھا۔ یہ بڑی تباہی طیطس کی فوج نے برپا کرنی تھی۔ سو عیلی کا قصہ ختم ہؤا۔ اور اب ہم سموایل کی طرف متوجہ ہوں۔

سموئیل

سموئیل کے پہلے ایام میں بنی اسرائیل کی اخلاقی اور ملکی زندگی بڑی گری ہوئی تھی۔ قاضیوں کے زمانہ نے اُن کو کسی قسم کی رہائی نہ دی تھی۔ اور نہ ہی کوئی قومی اتحاد پیدا کیا تھا۔ بہت سے بنی اسرائیل تباہ ہو چکے تھے اور بہت سے فلسطیوں کی تحت میں

تھے۔ کنعان کی فتح ابھی بہت دُور نظر آتی تھی۔ اس وقت ایک رہنما نکلا جو موسیٰ کے سوا سب سے بڑا تھا۔ وہ ایک خدا پرست ماں کا بیٹا تھا اور اس کا دل حب الوطنی سے پُر تھا۔ سو وہ بچپن ہی سے یہوواہ کی خدمت کے لئے تربیت کیا گیا۔ اور ایک ناصری قسم کے باعث اس کی تمام زندگی خدا کے لئے مخصوص ہو چکی تھی۔ اس کی پاکیزہ ماں نے اسے خدا کو دے دیا۔ اور یہ دُعا کرتے ہوئے (۱-۱۰:۲) اسے ہیکل میں چھوڑ گئی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس عورت کا ایمان کتنا مضبوط تھا۔ ماں کی سب خواہشیں پُوری ہوئیں۔ کیونکہ

"بچپن آدمیت کا اظہار ہوتا ہے جیسا صبح دن کا"

اس تاریک زمانہ میں رویا نہ دیکھی نہ کھی جاتی تھی۔ (۱سموئیل ۱:۳)۔ یہی وجہ تھی کہ جب تک وہ آواز بار بار نہ سُنائی دی اور جب تک کہ عیلی نے اس کو جواب بتا نہ دیا سموئیل اس آواز کا شنوا نہ ہؤا۔ اور یہ نہ کہا۔" اے خداوند فرما کہ تیرا بندہ سُنتا ہے۔" اس کے بعد وہ اس انکشاف کی وقعت کو جاننے لگ گیا۔ عیلی کے جیتے جی ہی بنی اسرائیل نے دان سے لے کر بیر سبع تک جانا کہ سموئیل خدا کا نبی ہے۔" (۱سموئیل ۲۰:۳) خدا اور بنی اسرائیل کے درمیان ایک نیا جز پیدا ہو گیا۔ اور یہ جُز اُن لوگوں کے لئے جو خدا کے سچے پیرو تھے رہنمائی اور دوستانہ روح کا ایک زندہ مرکز تھا۔ عہد کا صندوق بیس سال تک قریت یعاریم ہی

میں رہا۔ اور اِس اثناء میں بنی اسرائیل پھر بُت پرستی میں پڑ گئے۔ سموئیل سمجھ گیا کہ ایک مذہبی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اُس کی مناجاتوں نے اپنا اثر دکھایا اور لوگ "خدا کے لئے چلائے" اِس سے سموئیل کو دلیری ہوئی اور اُس نے اُن کو اپنے بُت توڑ کر یہوواہ کی طرف متوجہ ہونے کے لئے کہا۔ "تاکہ خداوند ان کو فلسطیوں کے ہاتھ سے چھٹکارا دے۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ تب سموئیل نے مصفاہ میں ایک بڑا مجمع کیا۔ اور لوگوں نے روزے اور دعائیں مانگ کر اپنے گناہوں کا اقرار کیا۔ اور زمین پر پانی ڈال ڈال کر توبہ کی۔ اور یہ ان کی عاجزی اور عہد کا ایک نشان ہُوا۔ مرگام اس بات کو یُوں بیان کرتا ہے۔ "کہ بنی اسرائیل نے اپنے دل توبہ کرتے ہوئے خدا کے سامنے اُنڈیل دیئے" وہ لڑائی کے لئے فراہم نہ ہوئے تھے۔ مگر لڑائی بھی قریب ہی تھی۔ کیونکہ فلسطی بنی اسرائیل پر چڑھ آئے بنی اسرائیل بڑے گھبرائے اور اُنہوں نے سموئیل سے خدا سے اِلتجا کرنے کو کہا۔ سموئیل نے سوختنی قربانی گُذران کر دعا مانگی۔ "اور سموئیل خداوند خدا کے حضور بنی اسرائیل کے لئے چلایا۔" جب فلسطی اُن پر چڑھ آئے وہ دُودھ پیتے بچھڑے کو سوختنی قربانی گذران رہا تھا۔ اُس کی دُعا سُنی گئی۔ کیونکہ "خداوند فلسطیوں کے اُوپر اس دن بڑی تڑپ سے گرجا۔ اور اُنہیں پریشان کیا" (۱ سموئیل ۷ باب) تب سموئیل نے پتھر کھڑا کیا اور اُس کا نام ابن عذر (یعنی مدد کا پتھر رکھا)

یہ کہتے ہوئے کہ "خدا نے یہاں تک ہماری مدد کی"۔ اس کے بعد مُدت تک سموئیل بنی اسرائیل کا انصاف کرتا رہا۔

بیان کیا تو نہیں گیا تاہم ہم خیال کر سکتے ہیں کہ اس کی فصاحت اور اخلاق نے لوگوں کے دلوں پر کیسا اثر کیا ہوگا۔ اور کہ اس نے ان لوگوں کی کیسی رہنمائی کی ہوگی جو اُس کے پاس مشورہ کو آتے ہونگے۔ وہ اپنی جنم بھُوم رامہ میں رہتا تھا اور اُسی جگہ پر اُس نے بھی جدعون کی طرح اپنا مقدس بنا لیا تھا۔ کوئی دارالحکومت نہ تھا۔ بیلا اور سکم جاتے رہے تھے۔ اور یروسلم ابھی فتح نہ ہُوا تھا۔ مذہبی حالت بڑی کمزور تھی۔ وہ رامہ سے سب علاقوں میں دَورہ کرتا اور بنی اسرائیل کی رہنمائی کرتا۔ یہ سب کچھ بڑی پوشیدگی اور خاموشی سے کیا جاتا تھا۔ کیونکہ فلسطی اب بھی سرزمین کے مالک تھے۔ اور جنوبی اور درمیانی فرقے دبے ہوئے تھے۔ بیس سال تک وہ یونہی سکھاتا رہا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ لوگوں میں ایک نئی رُوح آ گئی۔ اور اُنہوں نے اس کو نہ صرف اپنا نبی بلکہ قاضی بھی بنا لیا۔ اپنی وفات کے بعد اُس نے اپنے بیٹوں کو اُن پر قاضی مقرر کیا تھا۔ مگر وہ بھی عیلی کے بیٹوں کی طرح بے وفا اور نکمے ثابت ہوئے۔ اور اُنہوں نے اپنے باپ کی نصیحتوں کی پیروی نہ کی۔ بلکہ روپیہ کے لالچ میں بُرے بُرے کام کرکے اپنے عہدہ کی بے عزتی کی (۱ سموئیل ۸ باب ۱-۵) سو بھی اسرائیل ناراض ہوئے اور اُنہوں نے بزرگوں کو فراہم کیا۔

اور یہ فیصلہ قرار پایا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ الٰہی حکومت کو بادشاہی حکومت سے تبدیل کر دیا جائے۔ کیونکہ قومی اتحاد اس کے بغیر قائم کیا نہ جا سکتا تھا۔ اور اس قومی اتحاد کا احساس اُن کے دلوں میں دن بدن بڑھتا رہا۔

ایک بادشاہ اُن کی قومی۔ تمدنی اور سیاسی زندگی کا مرکز ہو سکتا تھا۔ سو ایسے شخص کی ضرورت تھی۔ جدعُون کے وقت میں بھی اس تبادلے کا احساس ہوا تھا۔ مگر وہ وقت درست نہ تھا۔ اور اب حالات بالکل بدل گئے تھے۔ سموئیل بُوڑھا ہو گیا تھا اور اُس کے بیٹے نالائق تھے۔ سو اُس کے بعد اُس کی جگہ کون لیتا؟ سو اُن سب نے ملکر سموئیل سے ایک ایسا بادشاہ مانگا۔ جو اَور قوموں کی طرح اُن پر حکومت کرے۔ یہ درخواست سموئیل کو بُری معلوم ہوئی۔ کیونکہ وہ ایک خود مختار بادشاہ کے خیال سے ڈرتا تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ بنی اسرائیل خدا کی حکومت سے ناشاکی ہو گئے ہیں۔ سو اُس نے خدا سے جو اعلیٰ صلاح کار ہے۔ اِس بارے میں مدد مانگی۔

اِس درخواست سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ بنی اسرائیل نے قاضیوں کے عہد کی تردید کی۔ اور خاصکر سموئیل کی جو اب قاضی تھا۔ سو سموئیل رنجیدہ ہُوا۔ اپنے لئے اور یہوواہ کے لئے۔ خدا نے اُسے کہا کہ اُنہوں نے اسے ردّ نہیں کیا بلکہ اپنے سچے بادشاہ کو۔ تاہم

اُن کی درخواست قبول ہونی تھی۔ گو سموئیل نے اُن کو جتا دیا کہ اُن کا بادشاہ کس قسم کا ہوگا (۸/۱-۵)۔ سموئیل نے اپنی مرضی کو ترک کر کے خدا کی مرضی کو قبول کیا اور اس سے اِس کے بڑے ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔ گو ان کی درخواست کرنے سے اس کی تمام عمر کے کام کا خاتمہ ہوتا تھا تاہم اس نے اسے مان لیا۔ اور بنی اسرائیل کی نئی حکومت کے برقرار کئے جانے میں ان کی بڑی مدد کی۔

بنی اسرائیل کی یہ درخواست قطعاً غلط نہ تھی۔ (استثنا ۲۲/۱۴-۱۵)۔ کیونکہ زمانہ ہی ایسا آگیا تھا۔ اُن کی غلطی صرف یہ تھی کہ وہ ایسا بادشاہ چاہتے تھے جو دوسری قوموں کی مانند اُن پر حکومت کرے۔ اور اس لحاظ سے خدا نے کہا کہ "اُنہوں نے مجھے ردّ کیا"۔

تب سموئیل نے بزرگوں کی مدد سے ان لوگوں کو ایسے بادشاہ کے عملوں سے آگاہ کیا۔ اور ایسے بادشاہ کے ظلم و جبر کی تصویر کھینچ کر دکھائی (۸/۱۰-۱۸)۔ اور اس نے یہ بھی جتا دیا کہ ایک روز وہ ایسے بادشاہ سے تنگ آجائینگے۔ اور خدا کو پُکارینگے مگر تب وہ اُن کی نہ سُنیگا۔ وہ اس بات کے بھی شنوا نہ ہوئے۔ اور اِسی طرح بادشاہ مانگا۔ خدا نے سموئیل کو اُن کی درخواست کے مطابق کرنے کو کہا۔ مجمع کو منتشر کیا گیا۔ اور سب اپنے اپنے شہروں اور گھروں کو چلے گئے۔ موقع پر ساؤل کو مسح کیا گیا (۱۰/۱)۔ سو یُوں ایک قوم کی ساخت ہوئی۔ اور اس سے بڑی ترقی ہوئی بنی اسرائیل ابتری سے نکل کر

ایک انتظام کے تلے آگئے۔ بادشاہ کا تقرر جلجال کے مقام پر ہُوا۔ اور یہاں پر سموئیل نے اُن کو الوداع کرتے ہوئے سمجھایا کہ وہ اِس کے گواہ ہوں کہ اس نے اپنے عہدِ حکومت میں کبھی کسی قسم کی بے انصافی یا ناراست حرکت نہیں کی۔ (۱سموئیل ۱۲/۳) اور پھر اُس نے اُن کو بتایا کہ خدا نے کیسے کیسے عہدوپیمان اُن کے آباواجداد کے ساتھ کئے تھے۔ اور وہ کس طرح اُن کو کنعان میں مدد پہنچاتا رہا تھا۔ اور آخر میں اُن سے درخواست کی۔ کہ وہ اور اُن کے بادشاہ عمر بھر خدا کے فرمانبردار رہیں۔ اور اس کی خدمت کریں (۱۲/۱۴-۱۵)۔ اِس گفتگو کا اُن پر بڑا اثر ہُوا۔ اور یہ اثر ایک معجزانہ گرج کے باعث اَور بھی مضبوط ہوگیا۔ وہ گھبرائے اور بادشاہ مانگنے کی تقصیر سے توبہ کرنے لگے۔ سموئیل نے اُن کو تسلی دی اور یقین دلایا۔ کہ اگر وہ سچے دِل سے خدا کی خدمت کرتے رہینگے تو وہ بھی اپنے بڑے نام کی خاطر اُن کو نہ چھوڑیگا۔ کیونکہ اس نے ان کو اپنے لوگ چُنا تھا۔

سموئیل ایک ایسی شخصیت کی اعلیٰ مثال ہے۔ جو تبادلہ زمانہ کے ساتھ حل ہوجائے۔ اور خدا کی مرضی میں اپنی رضا سمجھے۔ اُس نے پہلے ہی روز سے جب اُس نے کہا "اے خدا فرما کہ تیرا بندہ سُنتا ہے"۔ پاکیزگی اور فرمانبرداری کی تربیت پائی تھی۔ اِس لئے اُس کو دو زمانوں کے مِلانے کے لئے ایک جوڑ مقرر کیا گیا۔ بنی اسرائیل پر اس کا بڑا اثر تھا۔ اس کو نبیوں کی نئی تحریک کی بڑی سمجھ تھی۔ وہ ایک قاضی ہی نہ

تھا بلکہ ایک نبی بھی۔ لوقا رسول کہتا ہے کہ "سموئیل سے لیکر جتنے نبی ہوئے ہیں" (اعمال ۳/۲۴) قاضیوں کا زمانہ سموئیل نبی تک ہی ہُوا۔ (اعمال ۱۳/۲۰)۔ سموئیل نے نبیوں کی جماعتیں قائم کیں۔ سب نبی ایک ہی روح سے کام کرتے تھے اور وہ سب سموئیل کو اپنا رہنما مانتے تھے۔ ڈر تھا کہ لوگ اپنی قومی ہستی میں مذہبی ہستی کو ہی کھو نہ بیٹھیں۔ کیونکہ اُن کو یہ خیال نہ تھا کہ مذہب قومی ہستی کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ قومی اتحاد کے ساتھ مذہبی جوش بھی زندہ ہوجائیگا۔

نبیوں کے سکول اِن دنوں کے مذہبی کالج تھے۔ اور ان میں یکے بعد دیگرے ابنیاء زادوں کی مذہبی رُوح قائم رکھنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اِس سے پہلے ابراہیم اور موسیٰ جیسے مقدس لوگ بھی نبی ہی کہلاتے تھے۔ (پیدائش ۲۰/۷ استثنا ۱۸/۱۵ ، ۲۸/۱۸)۔ عیلی اور جدعُون کے ایام میں بھی دو گمنام نبی موجود تھے۔ دبورہ بھی ایک نبیہ کہی گئی ہے باقی قاضیوں کو بھی اگر نبی ہی مانا جائے تو صرف ان کے کارناموں کے باعث ہی مانا جا سکتا ہے۔ وہ الٰہی رُوح سے ملبّس تھے۔ مگر صرف طاقت کے کام کرنے کے لئے نہ کہ عقل کے اظہار کے۔ ایک علم الٰہیات کی درس گاہ کی بنیاد رکھی گئی اور نبیوں کا سلسلہ قائم ہُوا۔ اور جب تک یہ جاری رہا نبیوں نے بڑے بڑے کام دکھائے۔

سموئیل نے ابنیاء زادوں کے لئے ایک سکول رامہ میں کھولا۔

رامہ اس کو ورثہ میں ملا تھا۔ اور یہ ایک علیحدہ جگہ میں واقع تھا۔ بنی اسرائیل میں ظاہری اصول تو سب موجود تھے مگر اصل روح بہت کم تھی۔ یہ ایک اعلیٰ خیال تھا کہ سرگرم اُستاد پیدا کئے جائیں جو مذہب اور اخلاق کو تر و تازہ رکھ سکیں۔ یہ اُستاد ہر قوم سے تیار کئے جاتے تھے۔ سو وہ تمام بنی اسرائیل میں خدا کے دائمی گواہ ہوتے تھے۔ اور وہ عام کاہنوں کی نسبت بدرجہا بہتر جوش قائم رکھتے تھے۔ وہ کنعانیوں کے طریقوں کو رد کرتے اور بنی اسرائیل کو یہوواہ کی طرف متوجہ کرتے تھے۔ ایسے انتظام کے قائم کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مذہبی جوش تازہ ہو گیا تھا۔ اور روحانیت سے محبت بڑھ گئی تھی۔ پڑھنے والوں کو شاگرد یا فرزند کہا جاتا تھا۔ وہ اکٹھے رہتے اور اکٹھے کھاتے پیتے تھے (۲ سلاطین ۴/۳۸)۔ اور جماعتوں میں ہی باہر جایا کرتے تھے۔ بعض وقت یہ جماعتیں بڑی بڑی تعداد میں ہوتی تھیں۔ اخیاب نے چار سو کو ایک وقت جمع کیا (۱ سلاطین ۲۲/۶) عبدیاہ نے سو کو غاروں میں چھپا رکھا تھا (۱ سلاطین ۱۸/۴) یہ سکول بڑی موزوں جگہوں۔ رامہ۔ بیت ایل اور جلجال میں واقع تھے۔ اور بڑے تجربہ کاروں اور بزرگوں کے ماتحت تھے۔ (۲ سلاطین ۲/۳-۱۶۔ ۶/۱۔ ۱۱/۱) جو اُن پر پدرانہ شفقت رکھتے تھے۔

الیشع کال کے دنوں میں جلجال میں آیا۔ اس نے انبیاء زادوں میں سے سو کو کھلایا۔ اور ان میں سے ایک کے بیٹے کی بیوہ کو اپنا فرض

ادا کرنے میں مدد دی۔ (۲ سلاطین ۴/۱)۔ زیادہ تر وہ شریعت اور اس کی تفاسیر کا مطالعہ کرتے تھے۔ علم موسیقی پر زور دیا جاتا تھا۔ اور انبیا زادوں کے آیات کو دُہراتے وقت بین۔ بربط اور طاؤس کو بجانے پر زور دیا جاتا تھا۔ اُن کا کام قومی کام تھا۔ اس میں پرستش کی پاکیزگی اور خدا کی مرضی کی پہچان شامل تھی۔ اس طرح وہ لوگوں کی عبادت کو راست رکھ سکتے تھے۔ وہ اور اُن کے جانشین سچے مذہب کے نڈر بہادر تھے۔ جو بُت پرستی اور ظلم کے زندہ مخالف۔ غریبوں اور راست گوؤں کے محافظ ہوتے۔ "نبی ایک آواز ہے جو خدا کی طرف سے بولتی ہے۔ ایک ہاتھ ہے جو خدا کی رہنمائی میں لکھتا ہے۔ ایک ایلچی ہے جو لوگوں کی آگاہی کو بھیجا جاتا ہے۔ وہ خدا کا ایک منشی ہے۔ مترجم۔ ایلچی یہ تینوں ہے۔ وہ اُس بادشاہ سے بڑا ہے جو خداوند کے تابع نہیں۔ اور اُس کاہن سے جو خدا کے کلام کی تعبیر درست نہیں کرتا۔ اُس فلسفہ دان سے جو خدا کی ہستی کا انکار کرتا ہے۔ اور ان لوگوں سے جو اسے رد کر کے دوسرے معبودوں کے پیرو ہوتے ہیں"۔ عام جگہوں میں بادشاہوں کے محلوں میں اور ہیکلوں میں وہ اپنا پیغام سُناتے تھے۔ اور قوم کے متعلق خدا کی مرضی کو آشکارا کرتے تھے۔ وہ حاکموں پر جو بدی کرتے الزام لگاتے۔ قوم اور کلیسیا کی گری ہوئی حالت کو سُدھارتے۔ ظالم بادشاہوں کو ملامت کرتے۔ اور عام لوگوں کو غلطیوں سے روکتے تھے۔ تاہم

اُن کی آزادی میں کسی قسم کی رخنہ اندازی نہ کرتے۔ ٹھولک لکھتا ہے۔ کہ "وہ الٰہی حکومت کا زندہ امانت خانہ تھے۔" وہ شریعت کی تہ تک پہنچے۔ اور اُس کے اعلیٰ اصولوں سے مسلح ہو کر نکلتے۔ گویا وہ خدا کی راستی کا ایک جزو تھے۔ اور وہ اس راستی سے لوگوں کی بُت پرستی اور بُری خواہشوں کو روکتے اور اُن کے دلوں کو زندہ خدا کے تحت میں قائم رکھتے تھے۔

سموئیل اِس انتظام کا بانی تھا۔ سو بنی اسرائیل اس کے بڑے مقروض تھے۔ فرقوں کے اتحاد اور قوم کے انتظام نے اُن کو ایک الٰہی بادشاہت کی اُمید دلائی (اسموئیل ۷ ب)۔ اصل مقصد تاہم پُورا نہ ہُوا۔ کیونکہ جدائیاں۔ تمدنی ابتری اور بیرونی حملات اب بھی جاری رہے۔ اور انبیاء زادوں نے دیکھا کہ سزا کا ملنا پھر ضروری ہے۔ تاہم انہیں کامل اُمید رہی کہ پس ماندگاں سلامت رہینگے۔ اور خدا کی سلطنت کی بابت ایک نیا خیال پیدا ہو گیا۔ جس کو ہیکل کی بربادی بھی نہ روک سکی۔ وہ یہ خیال تھا کہ پُرانے عہد کی جگہ ایک نیا عہد قائم ہوگا۔ بنی اسرائیل کا خدا تمام رُوئے زمین کا خدا ہوگا۔ اور اس کا نام ہر مقام میں عزت پائیگا۔ انبیا زادے پہلے پہل تو ایک دُنیاوی بادشاہ کے انتظار رہیں رہے مگر اب اُن کا خیال زیادہ وسیع ہوگیا: اور وہ اب ایسی بادشاہت کے انتظار میں ہوئے جس کا کوئی الٰہی بادشاہ ہو۔